BURAQ READER

ذمارہ

تحریر :رمشاء ریاض

ناول

نیند تو آجاتی ہو گی نا آپ کو؟ اس کے اس سوال نے میری روح کو جنجھوڑ کر رکھ دیا تھا وہ حجاب میں تھی اس کی انکھیں خشک تھیں، وہ کس قدر سب سے نالاں تھی کوئی بھی اسے دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا۔

زمارہ وہ! میرے لفظ مجھ سے روٹھ گئے تھے اس کا نام لیتے ہی اس نے
! نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا
مجھے معاف کر دو! میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔
ہم مظلوم ہیں، ہم ظالموں کو معاف نہیں کرتے اطہر صاحب، وہ ٹوٹی پھوٹی اردو بول رہی تھی۔
! ہم ظالم نہیں ہیں زمارہ! میں نے صفائی دینی چاہی
خدا کو دینے کے لئیے کوئی اچھی سی صفائی تیار کریں اطہر صاحب، لوگوں کو بہانوں سے ٹال سکتے ہیں مگر جانتے ہیں؟ وہ سب دیکھتا ہے جو کوئی نہیں دیکھتا۔ وہ طنزیہ ہنسی اور مڑ گئی یہ میری پہلی ملاقات نہیں تھی کہانی کچھ اور تھی۔۔۔۔

ائیر پورٹ پہ کھڑے ہم پاکستانی سٹوڈنٹس فلسطین کا جھنڈا پکڑے کھڑے تھے، استقبال کرنے سٹوڈنس کا جو ملک شام سے پاکستان بھیجے گئے تھے۔

گرمی کے دن تھے، وہ سفید ٹی شرٹ پہنے گلے میں اک چین ڈالے لاپرواہی سے سٹوڈنٹس کے ساتھ کھڑا تھا، ایک ہاتھ میں فون تھا جس کا سنیپ آن تھا اس نے فوٹو کلک کی، لو جی ہو گی پوسٹ یہی تو کرنا آتا تھا اسے، کلک اینڈ پوسٹ، get followers on the name of sympathy to Palestine ۔

پوسٹ کر کے وہ اس طرف مڑا جہاں سے مسافر آنے شروع ہو گئے تھے، اس کا نام۔ اطہر تھا، اطہر ربانی، سٹوڈنٹ آف ماس میڈیا! جرنلزم ڈیپارٹمنٹ کا خوبرو اور ذہین اور حد درجے کا اکڑو لڑکا۔ جو سب کو بیوقوف اور خود کو ذہین سمجھتا، آئی کیو جو تھا! کیوں نہ سمجھتا۔۔3

یار میں ہینڈسم تو لگ رہا ہوں ناں! اس کے ساتھ کھڑے طلحہ نے اپنی ٹائی ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا۔

کا بچہ لگ رہا ہے اور اوپر سے یہ ٹائی باندھنے کی کیا ضرورت تھی، k- g

وہ اطہر تھا منہ پہ کھڑک دار بے عزتی۔

اطہر صاحب اب آپ کی طرح کوئی نیچرل خوبصورتی تو ملی نہیں ہے مجھے، نا ایسی پرسنالٹی ہے کہ ہر کوئی لٹو ہو جائے تو زرا کرنا پڑتا ہے یو نو؟ وہ اب اپنے جوتے کے تسمے صحیح سے باندھ رہا تھا۔

اطہر نے بے نیازی سے اسے دیکھا اور پھر ائیرپورٹ میں ادھر ادھر نظر گھمانے لگا، گلاس ڈود پہ نظر پڑی تو وہ اس طرف گیا۔

ہلکی سیاہ انکھیں جن میں سے کانچ جیسی جھلک دکھائی دیتی۔ کشادہ پیشانی، ہلکے بھورے بال جو کہ تھوڑے سے پیشانی پہ چپکے تھے، برابر سی موٹی ناک، لمبے کھڑے کان، ہلکی ہلکی لاک شیپ داڑھی، وہ واقعی میں بے حد خوبصورت تھا، مردانہ جھلک اس کی آواز سے ہی دکھائی دیتی تھی اس کی انکھوں میں کشش تھی یہ بات ساری یونیورسٹی جانتی تھی، ہر ڈیبیٹ میں

اگر وہ ہارنے پہ آتا تو مقابل کو ایسی نظروں سے دیکھتا کہ وہ خود ہی کنفیوز ہو کر ہار مان لیتا اور پھر اطہر دوستوں کے ساتھ قہقہے لگاتا۔

عام زبان میں اسے ہپنوٹزم بھی کہا جاتا ہے۔۔۔

اس نے ماتھے پہ آئے بالوں کو رہنے دیا، پینٹ کی پاکٹ سے چشمہ نکال کر انکھوں پہ ٹکایا۔اور پھر سے سٹوڈنٹس کے ساتھ اکھڑا ہوا۔۔

تب ہی فلسطین کا جھنڈا انھیں پیسنجرز کے ہاتھوں میں دکھائی دینے لگا۔

لگتا ہے سٹوڈنس پہنچ چکے ہیں! سیکورٹی سٹاف الرٹ ہوا تھا۔

یونیورسٹی کی طالبات لڑکیوں سے مل رہی تھیں انھیں حوصلہ دے رہی تھیں۔

اطہر اور حمزہ نے ایک دوسرے کو دیکھا بامشکل ہنسی روکی۔

بھائی میں کیا سوچ رہا ہوں، یہ علینہ کا سارا میک اپ مگر مچھ کے آنسو بہانے سے اتر جائے گا نہیں ؟ حمزہ نے اطہر کے کان میں کہا۔

بی سیریس حمزہ بندہ تھوڑی سی اداکاری خود ہی کر لیتا ہے تو بھی کر! طلحہ نے اسے ڈانٹا۔ اطہر اپنے راستہ نکالتا ان سٹوڈنٹس کی طرف بڑھا جو میل تھے۔ ان سے گلے ملا ان کو حوصلہ دیا، تب ہی اس کی نظر بالکل الگ تھلگ کھڑی لڑکی پہ پڑی اس کے کندھے پہ سفید و سیاہ تکون سا حجاب تھا جو فلسطین کہ نمائندگی کر رہا تھا۔

اطہر نے سب سے بات کرنے کے دوران اسے نوٹس کیا۔ وہ چپ تھی، سپاٹ فکسنگ، اس کے نقاب سے صرف انکھیں ظاہر ہو رہی تھیں، سبز آنکھیں۔ اطہر مضطرب ہوا۔

آپ سٹاف تصاویر لے رہا تھا۔ اطہر کو کوفت ہوئی، منافقت کی بو آنے لگی ۔ وہ لڑکی ان تصاویر میں شامل نہیں ہوئی، وہ ہنوز ویسے ہی کھڑی تھی۔

اطہر اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ۔

اطہر! علینہ نے اسے عقب سے بلایا۔

واٹ؟ وہ کھردرے پن سے بولا۔

وہ۔۔

گیٹ آؤٹ آف مائے وے! وہ درشتگی سے بولا وپ پلٹا مگر وہ وہاں نہیں تھی وہ سٹاف کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ دراز قد تھی اس نے سیاہ عبایا پہنا تھا کو سائیڈ سے تھوڑا سا پھٹا ہوا تھا۔ اور یہ اطہر کے لئیے ڈسٹربنگ تھا۔۔۔

کینٹین میں موجود سب لنچ کر رہے تھے،

اوئے مسٹر اطہر! ڈاکو منٹری کا کیا کیا! اسٹنگ کی بوتل منہ سے لگاتے حمزہ نے پوچھا۔

وہ غائب دماغی سے وہاں ایک مریں نکتہ چینی کر رہا تھا۔

حمزہ نے طلحہ کو دیکھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

او بھائی صاحب آپ سے عرض کر رہے ہیں کچھ! طلحہ نے چٹکی بجائی۔

ہمم ہاں کیا؟ وہ ایک دم سیدھا ہوا۔

بھائی تو ٹھیک ہے؟ حمزہ نے اس کا ماتھا چیک کیا۔

ہاتھ نہ لگایا کرو یار ٹھیک ہوں! وہ اس کا ہاتھ پرے کر کے بولا۔

مسٹر او سی ڈی! ابھی سنٹائز کیئے ہیں ہاتھ! وہ خفا ہوا پھر سے کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔

ڈاکومنٹری فلم! طلحہ نے یاد کروایا۔

سوچا نہیں ہے ابھی کوئی اچھا سا ٹاپک نہیں مل رہا یار! وہ ہاتھ ٹیبل پہ باہم جوڑ کر پریشانی سے بولا۔

بھائی گھر میں سب ٹھیک چل رہا ہے! اطہر ربانی اور وہ بھی پریشان؟ طلحہ نے حیرت سے پوچھا۔

آل سیٹ یار تم لوگ لنچ کرو میں آتا ہوں! اس نے کرسی کے ساتھ پڑا بیگ اٹھایا اور عجلت میں چل دیا۔

اسے کیا ہو گیا؟ حمزہ نے پوچھا۔

پتا نہیں، تو اسٹنگ پی یار! طلحہ نے اس کی بوتل کی طرف اشارہ کیا۔

لائف برو! اس نے بوتل کو چوم کر کہا۔ طلحہ ہنس دیا۔۔۔۔

شام کا وقت تھا آسلام آباد روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، سڑیٹ لائیٹس آن تھیں۔

وہ سات منزلہ عمارت تھی وہ لفٹ سے داخل ہوا اور گھر میں داخل ہوا۔

اسلام و علیکم مام ڈیڈ! صوفے پہ بیٹھے باپ نے اسے دیکھا، جو تھکا ہوا تھا۔

وعلیکم السلام! وہ نارمل لہجے میں بولے۔

اس نے ماں کی طرف رخ کیا جنھوں نے شانے اچکا دیئے،

ناٹ اگین! اس نے انکھیں زبردستی میچی۔

بیگ اتار کر کمرے میں رکھ فریش ہو کر باہر آیا۔

تب تک ماں کھانا لگا چکی تھی۔

ڈیڈ جوائن اس! اطہر نے انکھیں چھوٹی کر کے کہا۔

وہ ریموٹ سے چینل بدلنے لگے۔ ! pm 8:00 ڈنر ٹائم از

اطہر جانتا تھا وہ ڈسپلن کے پابند ہیں، ریٹائرڈ شجاع ربانی، وہ کرنل رہ چکے تھے۔

سوری ڈیڈ! وہ نظریں چرا کر بولا۔

وہ چپ رہے، کچھ دیر خبریں سنتے رہے، غزہ کی صورتحال دکھائی جا رہی تھی۔ وہ سر کو کونا مسل۔ رہے تھے، اطہر نے عجیب نظروں سے ماں کو دیکھا۔

انھوں نے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

نائیس ہئیر کٹ! اطہر نے ماں کے بلونڈ بالوں کو دیکھ کر کہا۔

وہ مسکرا دیں۔

شجاع ربانی اٹھ کر کمرے میں چلے گئے۔ اطہر نے ٹھنڈا سانس لیا۔

شروع کریں! اطہر نے اگے ہو کر ماں سے پوچھا۔

واٹ ؟انھوں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

مام اب آپ بھی ناراض ہو جائیں گی تو آپ کی ڈیلی کی نیوز کون سنے گا؟ وہ طمع دیتے ہوئے بولا۔

اوہ مائی سن ! انھوں نے اس کے صدقے اتارے۔ وہ مسکرا دیا۔۔۔۔

تم نہ ہوتے تو کیا ہوتا میرا ! وہ اداسی سے بولیں۔

یہ میلوڈرامے شوہر کے سامنے کیا کریں، چلیں اب بتائیں کیا رپورٹ پے کمیونٹی کی؟ وہ انکھیں پھیر کر بولا۔

ویل تو ! ایک تو وہی فوزیہ نور یلڑائی لڑائی، حمدان کی شادی کی تیاریاں ،۔۔۔

مم کوئی نئ بات بھی بتادیں روز ٹپیکل باتیں؟ وہ جنجھلا کر بولا۔

ہمم نئ بات ! انھوں نے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

ہاں کیپٹن صفدر کے ہاں دو بچیاں آئیں ہیں، شاید غیر ملکی ہیں۔ وہ کچھ یاد کرتے ہوئے بولیں۔

ظاہر ہے wealthy people ۔ وپ شانے اچکا کر بولا۔ گلاس میں پانی انڈیلا۔

ہمم بٹ، انٹرسٹنگ تھنگ ! اندر کی بات ہے، وہ لڑکیاں عام لڑکیاں نہیں فلسطین کی لڑکیاں ہیں، میرے ذرائع کے مطابق،۔۔

واٹ ! اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

یس، کیپٹن صاحب پکا کمیشن کھا رہا ہو گا ورنہ کون ایسے کسی کو رہنے کی اجازت دے گا۔ وہ روایتی عورتوں کی طرح بولیں۔

آپ دور اندیشی کرتی رہیں مجھے کام ہے گڈ نائٹ، وہ ان کے پاس آیا ہگ کر کے سر پہ بھوسہ دیا اور روم میں چل۔ گیا

۔۔۔۔

وقت بیت رہا تھا وہ بار بار کروٹ بدل رہا تھا مگر نیند روپوش تھی۔

کتنا کرب تھا ان انکھوں میں، اس نے اپنی انکھوں پہ بازو رکھ کر سوچا۔

وہ اٹھا اور بالکنی میں آگیا، وہ بے مقصد سڑک پہ دیکھنے لگا اس نے پھر سامنے سمت میں دیکھا۔

اس کے برابر والے گھر میں پردے تھے، مگر روشنی سے اندر کے عکس واضح تھے۔

ایک عکس دوسری کو پانی دے کر پیٹھ تھپک رہا تھا۔ اس کا اضطراب بڑھا۔ وہ شاید لڑکیاں تھیں اس کے نیند میں اور زیادہ خلل پڑا، بے چینی بڑھتی گئی وہ اٹھ کر کمرے میں واپس چلا گیا۔ سائیڈ ٹیبل سے نیند کی گولیاں نکالیں پانی کا گلاس لیا گولیاں منہ میں ڈال غٹا غٹ پانی گلے سے اتار گیا۔ اب وہ سو سکتا تھا یہ راہ فرار تھی۔۔۔۔

مارننگ ڈیڈ! آج سنڈے تھا وہ معمول کے مطابق لیٹ اٹھا تھا۔

ڈیڈ صبح کا اخبار ہاتھ میں تھامے اسے ایک نظر گھورتے واپس اخبار کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وقت کی پابندی کب سیکھو گے اطہر! انھوں نے پنا پلٹا۔

سیکھ جاؤں گا ڈیڈ! جنگ تھوڑی چھڑ گئی ہے! جو سپاہیو کی طرح بھاگتا پھروں! وہ ہنس کر بولا۔

ہر شہری سپاہی ہی ہوتا ہے اطہر اور تم ایک غازی کے بیٹے ہو بولو مت! مجھے بالکل پسند نہیں ہے تمھارا یہ نان سیریئس بی ہیویئر! وہ نیوز پیپر میز پہ پٹک کر بولے۔

وہ صدمے سے ماں کو دیکھنے لگا جو زخمی سا مسکرائی۔

ان سے توقع کرتا ہوں کہ ایک دن کہیں کہ بیٹا تم پہ فخر ہے، شجاع ربانی اٹھ کر چلے گئے تو وہ بریڈ پہ جیم لگا کر ماں سے کہنے لگا۔

کہیں گے بیٹا وہ تمھاری قدر کرتے ہیں بس جتاتے نہیں ہیں اس کا یہ مطلب تو نہ ہوا کہ انھیں تم سے پیار نہیں؟ ماں نے تسلی بخش انداز میں کہا۔

اور ئیلی، وہ ہنسا جن سے پیار ہو ان سے پیار جتایا جاتا ہے مام۔ وہ زخمی سا مسکرایا۔

اچھا ناشتہ کر لو باقی کی شکایت۔

کوئی شکایت نہیں ہے مام، وہ چپ ہو کر کھانے لگا۔

ماں چپ ہو گئی، کیا کہتی، جواں ندارد تھی۔۔۔۔10

عام سا ٹراؤزر شرٹ پہنے وہ بلڈنگ سے نکل کر گراونڈ میں آیا۔ بچے فٹ بال کھیل رہے تھے وہ کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔

اطہر بھائی ونا پلے وداس! ایک دس بارہ سالہ لڑکے نے اس کی طرف آتے ہوئے کہا۔

ہمم چلو پھر! وہ ٹرازور کے پائنچے اوپر کر کے بولا۔اس نے اوپر کی شرٹ اتاری اب وہ ویسٹ پہنے تھے۔

وہ بھاگ کر فٹ بال کو کک مارتا، گول کرتا، مسکراتا، کبھی، بال جھٹکتا، گلے میں پڑے لاکٹ کو ہلاتا، بچوں کو ہوا میں اچھالتا، مگن تھا مگر اس سے زیادہ کوئی مگن تھا تو وہ کوئی اور چہرہ تھا جو بالکنی سے بچوں کو دیکھ رہی تھی وہ اتنی محو تھی کہ اسے سمجھ نہیں آئی کہ گھورتے گھورتے وہ کسی کو نظروں سے مخاطب کر چکی تھی۔

اس نے بچا اٹھا کر زمین پہ چھوڑا، اس لڑکی کو دیکھا کو حجاب میں تھی، اطہر نے فورا پہنچان لیا یہ وہی لڑکی تھی۔اس نے نا سمجھی سے ہاتھ ہلایا۔لڑکی کسی اور ہی دنیا میں تھی، اس کے پیچھے دوسری لڑکی آئی اس کے کندھا جنجھوڑنے پہ وہ ہوش میں آئی اطہر نے دانت کچکچائے، شکر ہے وہ اسے دیکھ نہیں رہی تھی ورنہ کیا سمجھتی۔اس نے خود کو ڈپٹا، پھر ہنکار بھرتا بچوں کے جھنڈ سے دور شرٹ پہن کر واپس گھر چلا گیا۔۔۔

اگلے دن پھر سے یونیورسٹی جانا تھا، وہ نماز پڑھ کر فریش ہوا، اس کی نظر قرآن پہ پڑی جو اونچی جگہ پہ رکھا تھا، ایک پل کو اسے شرمندگی ہوئی۔

وہ اٹھا، اس نے سفید شلوار قمیض پہنی تھی، آستینوں کے بٹن کھلے تھے، اس نے ایک چھوٹی سے ریل پہ قرآن پاک رکھا اور پڑھنے لگا، قرآن پاک پڑھتا گیا مگر ترجمہ درج نہیں تھا اس لئیے غور کرنے کی زخمت نہیں کی۔

مام بریک فاسٹ! تیار ہونے کے بعد وہ ٹیبل پہ جا بیٹھا، آج اس کے ڈیڈ بھی ٹیبل پہ موجود تھے، وہ خوش ہوا۔

مارننگ ڈیڈ! اس نے مسکرا کر کہا۔

گڈ مارننگ، وہ مسکرائے، اطہر نے حیرت سے ماں کو دیکھا جو جوس لا رہی تھیں، انھوں نے نفی میں سر ہلایا کہ معلوم نہیں۔

وہ سر جھٹک کر ناشتہ کرنے لگا۔

ہیو آ گڈ ڈے ڈیڈ! اس نے جاتے ہوئے کہا۔

سیم فاریو! وہ ہانک لگا کے ناشتہ کرنے لگے۔ وہ حیران تھا، آج ان کا موڈ کیسے ٹھیک ہو گیا۔

لفٹ بند تھی وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آنے لگا، جو ملتا سلام کرتا اور مائیک کانوں میں لگا کر نیوز سننے لگا۔

اس نے سانس روک کے ویڈیو کو دیکھا۔

!حماس کا اسرائیل پہ اٹیک

بس ٹھپ سے فون جیب میں،

ان کی تو ہو گئی صبح اچھی میری کا کیا! وہ صدمے سے بولا۔ پھر بلڈنگ کے سامنے پڑے پتھر کو کک ماری، الٹا اسے ہی درد ہوا۔

افف! وہ پیر پکڑ کر چل دیا۔

کیا ضرورت تھی جھوٹا ایگو دکھانے کی؟

کلاس میں وہ سب بیٹھے تھے پروفیسر ابھی نہیں آئے تھے، سٹوڈنٹس آڑھے ترچھے لیٹے ہوئے تھے کچھ چوکری مار کر بیٹھے تھے، یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں بڑے بڑے بینچ نما ماربل کی سیٹس تھیں۔ وسط میں ایک ڈائس تھا جس پہ مائک سیٹ تھا، پیچھے فل سکرین تھی جہاں پریزنٹیشن ہوتی تھی۔

پروفیسر داخل ہوئے اور سب سیدھے ہو کر بیٹھے۔

لیکچر شروع ہوا۔

مارننگ سٹوڈنٹس، سر نے سب کو دیکھ علیک سلیک کیا۔

حاضری لینے کے بعد وہ اب لیکچر کروا رہے تھے۔

، سکرین پہ پیچھے دکھائی content making ٹاپک ہے آج کا دے رہا تھا، وہ اب تفصیل سے بات کر رہے تھے۔ سب غور سے سن رہے تھے۔

مے آئی کم ان سر! ایک شوخی آواز نے ان کا تسلسل توڑا۔

وہ علینہ تھی، تنگ سی جینز پہنی شرٹ کا ایک کونہ جینز میں دیئے کھلے بالوں اور بھرے بھرے میک اپ لک سے وہ ان کے سامنے تھی۔

گڈ آفٹر نون مس علینہ، وہ سرد مہری سے بولے تو کلاس ہنس دی۔

سر پندرہ منٹ ہی لیٹ ہوں، وہ معصومیت سے بولی

ڈونٹ ویسٹ مائی ٹائم گوسٹ! وہ بد مزاجی سے گریز کر کے بولے۔

وہ منہ بناتی فرنٹ جا بیٹھی۔ اطہر اس کو دیکھ اور بدمزہ ہوا۔ وہ کلاس سکپ کرنے کا سوچ اٹھ کھڑا ہی ہوا تھا کہ۔

دوسرے پروفیسر دو لڑکیوں کے ہمراہ کلاس میں آئے، وہ پروفیسر سے کہہ رہے تھے کہ باقی سٹوڈنٹس دوسری فیلڈ کے ہیں یہ بچیاں جرنلزم ڈیپارٹمنٹ سے ہیں، سٹوڈنٹس آپ بھی ان کے ساتھ تعاون کریں۔ پروفیسر چل دیا۔

وہ وہی لڑکی تھی، پروفیسر نے انھیں انٹرو دینے کا کہا۔

وہ کھڑا بے تابی سے اس کا نام سننے کے لئیے متجسس تھا۔

زینب! میں فلسطین سے ہوں اور امید کرتی ہوں آپ ہم سے تعاون کریں گے۔ کہہ کے وہ چپ ہوئی۔

زمارہ، اس سے زیادہ میرا کوئی تعارف نہیں! پہلی بار اس کی آواز سنی وہ برابر سی آواز تھی نہ ڈری ہوئی، نہ زیادہ پر اعتماد۔ اس نے نظر نہیں اٹھائی تھی۔

اطہر! پروفیسر نے اسے کھڑے دیکھا تو پکارا۔

ایک دم وہ گڑ بڑا گیا۔

یس سر! وہ سوالیہ طور پر بولا۔

آپ چونکہ سٹڈی میں اچھے ہیں آپ اور منشاہ ان کی مدد کریں گے! پروفیسر کو سن کے اس کو کچھ سانس آیا۔

جی سر ضرور۔ وہ فورا بیٹھ گیا۔ جب کہ حمزہ اور طلحہ اسے سوالیہ طور پہ دیکھ رہے تھے۔۔۔۔ 13

ہیلو! کلاس ختم ہونے کے بعد وہ فورا بھاگ کران کے پاس گیا جو منشاہ کے ساتھ بیٹھیں تھیں۔

زینب نے مسکرا کے خوشامد کہا۔

جب کہ ذمارہ نے پلکیں نہیں اٹھائیں۔

آپ کو کوئی مدد چاہیے ! وہ پوچھنے لگا۔

نو ! کڑک جواب آیا۔

ہمم منشاہ اچھا سمجھاتی ہیں ! وہ آپ کی بھرپور مدد کریں گی۔ وہ نوٹس اس کے سامنے رکھ کر بولا۔۔

ڈونٹ وری ہم مینج کرلیں گے ، وہ اس کے نوٹس اس کی طرف واپس کر کے بولی۔

ہی ازٹاپر ذمارہ ! منشاہ کو برا لگا تھا، وہ اس کا خالہ ذاد بھائی تھا۔

اطہر نے انکھوں سے اشارہ کر کے منشاہ کو منع کیا۔

ذمارہ، وہ زیر لب بڑبڑایا، منشاہ نے اسے ذو معنی نظروں سے دیکھا۔

چلتا ہوں منو ! یور ہوم ورک شڈ بھی سٹیسفائنگ ! وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر چلا گیا۔

آپ کی کوئی مدد کرے تو اسے رد کرنا درست نہیں ہے، زینب نے عربی میں اس سے کہا۔

حسبنا اللہ! وہ کہہ کر چپ ہو گئی۔

زینب نے تاسف سے اسے دیکھ سر جھٹک دیا۔۔۔14

منو! منشاہ گھر کے لئیے نکل رہی تھی جب اطہر اس کے پاس آیا۔

یس برو! وہ بیگ اٹھا کر جانے لگی۔ وہ بھی ساتھ چلنے لگا۔

تم اس سے دوستی کرو! اسے تم جیسے دوست کی ضرورت ہو گی! وہ آرام سے بولا۔

مجھے نہیں لگتا اسے کسی دوست کی ضرورت ہو گی؟ وہ تاسف سے بولی۔

کیوں؟ وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔

یہ فضول کی پوسٹ لگانے سے فرصت نکال کر زرا شام کے حالات پہ نظر ڈالو گے تو پتا لگے گا ناں! وہ اس کا کان کھینچ کر بولی۔

پاگل لڑکی! وہ کان چھڑوا کر بولا۔

روز کے کام ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ وہ شانے اچکا کر بولا۔

کانٹ بلیو یو! وہ نا گواری سے اسے دیکھ کر بولی۔

اچھا بس ابا نانی اماں جیسی ایکٹنگ بند کر و اور جلدی گھر جاؤ! وہ اس کے ناک پہ چٹکی کاٹ کر بولا۔

تمھارا یہ خوبصورت تھوبڑا نوچ دوں گی کسی دن، وہ اس پہ برس رہی تھی مگر وہ چل دیا۔۔۔۔15

the powerfull bomb explosion in gaza has resulted many killings of Palestinian

,

gaza is bleeding.

gaza is red.

save gaza.

فون کھولو تو انسٹا گرام ایسی ریلز سے بھرا پڑا تھا۔اطہر نے فون اچھال کر بیڈ پہ گرایا۔

ایک تو ہم اپنے مسلئے دیکھیں یا ان کے! اس نے نخوت سے کہا۔

پھر اس کے سامنے سبز انکھیں لہرائیں۔

بے تاثر آنکھیں خشک انکھیں، آنسو ختم ہو جاتے ہیں کیا؟ یا دل پھتر ہو جاتے ہیں، دل پھتر ہو جائیں تو کیا ہو؟

آہ میں سوچ ہی کیوں رہا ہوں اس لڑکی کے بارے میں! وہ سر پیٹ کر رہ گیا۔

اس نے دیوار سے ماتھا لگا لیا پھر سر گھما کر سیدھا ہوا اور وہیں بیٹھ گیا۔

آخر مسلماں فلسطین کو لے کر اتنے جذباتی کیوں ہیں؟. وہ سوچ کر رہ گیا۔۔۔

chapter starts

ایک نئی کہانی شروع ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انھیں پاکستان آئے ایک ماہ ہو چکا تھا، منشاہ کے ارد گرد بیٹھیں زینب اور ذمارہ چپ تھیں۔

۔وہ دو تین سے خاموش رہ mouth ulcers منشاہ کا منہ دکھ رہا تھا رہ کر تھک گئی تھی۔

زینب نے اس کی طرف دوائی بڑھائی۔

منشاہ نے مسکرا کر تھام لی، کچھ دیر میں وہ دوائی کے ڈراپس منہ میں ڈال رہی تھی، درد سے انکھوں میں آنسو اچکے تھے، اس نے ضبط کیا۔

پھر ایک رومال سے ہاتھ صاف کیئے اور پھر واپس ان کے درمیان اکر بیٹھ گئی۔

کتنا درد ہو رہا ہو گا، زینب نے پوچھا۔

نہیں یہ ہر ہفتے ہوتا ہے! ہر ماہ معدے کی خرابی ہے تب! وہ ہلکی اواز میں بولی۔

ہم ہم جان سکتے ہیں زبان ہو کے بھی بے زبان رہنا کیسا ہے! اب کی بار ذمارہ نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا۔

منشاہ نے اسے تاسف سے دیکھا پھر اس کا سر اپنے شانے پہ رکھ لیا۔

وہ گراؤنڈ میں تھیں ایک بینچ پہ جس کے پیچھے درخت تھا تو سایہ برقرار تھا۔

آج پہلی بار وہ روئی تھی اور بے تحاشا روئی تھی، منشاہ اسے حوصلہ دے رہی تھی، حمزہ اور طلحہ نے اطہر کو دیکھا جو کسی سٹوڈنٹ کو کچھ سمجھا رہا تھا۔

یار اسے چھوڑ تیری بندی رو رہی ہے، حمزہ کی زبان جلدی سے چلنے لگی۔

واٹ! اطہر نے اسے دیکھا پھر بینچ پہ بیٹھی منشاہ کی گود میں سر رکھ کر روتی ذمارہ کو،

سب اسے دیکھ رہے تھے، کچھ ویڈیو بنا رہے تھے۔

ان کے فون سے ویڈیو لیک نہیں ہونی چاہیے، اطہر انھیں کہتا فوراً اس طرف بڑھا جہاں منشاہ اور ذمارہ تھیں۔

منو انھیں لے کر اندر چلو! وہ سختی سے بولا۔

ذمارہ نے سر اٹھایا! آنکھیں سرخ تھیں، دوپٹہ سر کا تھا کالے بال ماتھے پہ آئے تھے، اطہر نے نظر جھکالیں۔

اس نے منشاہ کو اشارہ کیا، وہ اس کو پکڑ کر ساتھ لے گئی۔۔۔۔۔۔۔ 17

وہ سوئی ہوئی تھی، سوائے لیمپ کے کوئی روشنی نہ تھی دو درمیانے سائز کے بیڈ ساتھ جوڑے گئے تھے۔

نیند کی وادی میں اترتے،

سبز ہرے بھرے جنگل میں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ سیاہ عبائے میں تھی، سر پہ ہیٹ تھا حجاب ہیٹ کے نیچے تھے، گھوڑا دوڑ رہا تھا۔

اور تیز! وہ چہک رہی تھی۔

تب ہی اسے اپنے پیچھے آتے دوسرے گھوڑے کی آواز سنائی دی وہ مسکرائی پلٹی نہیں۔

حبیبی! وہ زیر لب بولی۔

اب وہ دونوں گھوڑے ریس کر رہے تھے، وہ ہنس رہی تھی وہ جیت رہی تھی۔

اگلی بار زرا تیاری کر کے آیئے گا! وہ گھوڑے سے اتری تھی۔

میں پھر بھی آپ سے ہار جاؤں گا ذمارہ یہ آپ جانتی ہیں، وہ دھندلا چہرہ تھا۔

آپ جان بوجھ کر تے ہیں! وہ یقین سے بولتے ہوئے گھوڑے کے منہ پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

جانتی ہیں تو کیوں پوچھتی ہیں! وہ نرمی سے بولا۔

بعض زبانی اظہار آپ کی روح میں اتر کر آپ کو خوشی دیتے ہیں اور میں خوش رہنا چاہتی ہوں، وہ ہاتھ پشت پہ باندھ کر ان انکھوں میں جھانک کر بولی۔

حبیبی! مخالف نے اہستگی سے سر جھکا کر دل پہ ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔

وہ مسکرا دی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

زمارہ! زمارہ! اٹھو لیٹ ہو رہے ہیں، زینب نے اسے مکمل جنجھوڑ کر کہا۔

ہاہاں؟اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔ سر پہ ہاتھ مارا۔

ہمارا ماضی ہمارا مستقبل طے کرے گا! کوئی جملہ اسے سنائی دیا۔

کیا ہوا طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟ زینب نے اسے یوں دیکھ پوچھا۔

نہیں میں ٹھیک ہوں، چچا کی کوئی خبر؟اس نے زینب کا ہاتھ پکڑ کر امید سے دیکھا۔

نہیں! وہ کہہ کر ہاتھ کھینچ گئی۔

اٹھو! وہ کہہ کر اپنا عبایا لینے لگی۔

ٹھیک! وہ لحاف کو سائیڈ میں کر کے بولی۔

پھر حجاب لیا، سائیڈ ٹیبل پہ پین کیک اور قہوہ پڑا تھا وہ کھا کر اس نے شکر کیا اور کام میں جت گئی

تم نے ویسے سوچا ہے کیا ٹاپک ہونا چاہیے! منشاہ نے کینٹن میں بیٹھے زینب اور زمارہ کو دیکھا اور بیگ سائیڈ میں چھوڑ کر پوچھا۔

مجھے تو سمجھ نہیں آرہی، زینب نے سر تھام لیا۔

ٹینشن نہ لو! منشاہ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

کیا سوچ ہو زمارہ؟ منشاہ اس سے مخاطب ہوئی۔

من اصل؟

اصل فلسطین

انا فلسطینی

انا دم فلسطین

وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔

تم لوگ ہمیں سپورٹ کرتے ہو یا اسرائیل کو، سوال غیر متوقع تھا۔

ذمارہ ظاہر ہے فلسطین کو!! وہ مسکرائی۔

کیسے؟ کیوں؟ زینب بھی اس کے سوالوں پہ حیران ہوئی۔

بیت المقدس ہمارا ابھی ہے ذمارہ! منشاہ نے توقف کیا پھر کہا۔

پھر ہمارے خاندان ہی کیوں قربان ہوتے ہیں باقی ستاون ممالک کیوں آرام سے بیٹھتے ہیں۔ وہ ہوش میں نہیں لگ رہی تھی اس کی انکھوں میں تلخی در آئی تھی۔

ذمارہ سب اپنے حصے کی کوشش کر رہے ہیں، زینب نے اسے ٹوکا۔

مثلا! وہ احتجاجاً بولی۔

یونیڈ سم ریسٹ ذمارہ! منشاہ نے اسے نرمی سے پچکارا۔

نیند نہیں آتی ہمیں! آ بھی جائے تو بموں کی اوازیں سنائی دیتی ہیں، ہوا میں لاشیں دکھائی دیتی ہیں، بچوں کی دھاڑیں سنائی دیتی ہیں، آپ کو آتی ہے نا نیند؟ وہ بھنوئیں اکھٹی کر کے پوچھنے لگی۔

زمارہ! زینب نے اب کی بار غصے سے اسے دیکھا۔

وہ اٹھ کر چلی گئی۔

منشاہ کا سانس اٹک گیا۔ یہ کیا کہہ گئی تھی وہ۔۔۔۔۔

تم نے غلط کیا منشا کے ساتھ وہ ہماری مدد کر رہی ہے اور تم! زینب نے بیگ بیڈ پہ اچھالتے ہی اسے دیکھا۔ جو بیڈ پہ زانوں سر سے لگائے بازوں کا گھیرا جمائے، آگے پیچھے ڈول رہی تھی۔

زمارہ کیا ہوا ہے بچے! اب کی بار وہ اس کی خاموشی پہ ضبط نہ رکھ سکی پھر اس کے پاس آئی۔

زمارہ نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا سبز آنکھیں غم زدہ تھیں، نیلی آنکھوں کو بھی موقع مل گیا۔

وہ دونوں خوب روئیں،

کسی دوسرے کی سزا کسی اور کو نہیں دیتے زمارہ وہ عورت ہے ہماری طرح اس کے ہاتھ بھی بندھے ہیں! وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر بولی۔

معذرت! اس نے انکھیں صاف کیں جو بار بار چھلک رہی تھیں۔

اس سے کرنا، اپنے دکھ میں کسی اور کو نہیں گھسیٹتے،

زینب نے اس کا حجاب درست کیا۔

میں کیا کروں یہ ہنستے چہرے دیکھتی ہوں، یہ مطمئن نفسوں میرے دل کو چھلنی کرتے ہیں، وہ بلک بلک کر رودی۔

تم کیوں بھول رہی ہو حسبنا اللہ! وہ اس کا چہرہ اٹھا کر بولی۔

کیف الاطفال غزہ! زمارہ نے آنسو صاف کیئیے۔

ذمارہ تم ہماری بنیادیں بھول رہی ہو وہ کمزور ماؤں کے بیٹے نہیں ہیں، جب یہودیوں نے کہا تھا ہم وہ مائیں نہیں چھوڑیں گے جو صلاح الدین جیسے بیٹوں کو جنم دیں تاریخ گواہ ہے ہر گھر سے صلاح الدین جیسا بیٹا پیدا ہوا ہے، وہ لڑیں گے وہی جیتے گے اور یہی ایمان ہے، وہ اس ے کندھے پکڑ کر بولی۔

انشاءاللہ، اس نے سانس لیا اور پھر خود کو ڈھیلا چھوڑ کر بیڈ سے سر ٹکا دیا۔۔۔

کمرے سے نکل کر وہ بالکنی کی طرف آئی ہاتھ میں قہوے کا کپ تھا۔

اس نے سر ٹکا کر سڑک کو دیکھا پھر گراؤنڈ میں کھیلتے بچوں کو دیکھا وہ وہیں دیکھنے لگی۔ اس کے لب مسکرا رہے تھے آنکھیں بند ہوئیں وہ ماضی میں واپس گئی۔

حبیبی ! وہ ایک ٹرے لیکے دروازے کے آگے کھڑی تھی عبایا پہنا ہوا روایتی انداز عربی سبز آنکھیں دھوپ سے چندھیانے لگیں۔ دروازہ کھلا اور ایک دراز قد عربی نقوش والا شخص ہاتھ باندھے لڑکی کو دیکھنے لگا۔

پھر سے کیک ! اس نے حیرت سے لڑکی کو تکا۔

وہ شانے اچکا کر ہنس دی۔

کیف صحتک حبیبی ! وہ ٹرے ٹیبل پہ رکھ کر بولی۔

الحمدللہ ! وہ مسکرایا اور اپیرن پہنا۔

اس نے فریج سے انڈے نکالے۔

mix it in flour lady۔

وہ جو فارغ بیٹھی تھی اس کی آواز سے حرکت میں آئی۔

وہ اب مکسچر تیار کر رہی تھی وہ مل کر کام کر رہی تھے وہ اوون سے کیک نکال کر اب چاکلیٹ ڈال رہے تھے، وہ دونوں خوش تھے۔

اب وہ ایک شیلٹر ہوم میں داخل ہوئے جہاں بہت سے بچے جمع تھے، وہ دوڑ دوڑ کر ان کی طرف آ رہے تھے، وہ احتیاط سے میز پہ رکھ چکا تھا اب وہ سب میں بانٹ رہی تھی، سب کھیل رہے تھے اچھل رہے تھے وہ رقص کر رہے تھے، سبز انکھیں نیلی انکھوں کو دیکھنے لگیں، وہ کتنا پرکشش تھا یہ بات اس سے بہتر کون جان سکتا تھا۔

وہ ایسے ہی مصروف تھے کہ اچانک ایک زوردار آواز سے ان کے پیروں تلے زمین کھسک گئی، بچوں کی چیخوں میں اضافہ ہوا۔

ان سے بیس کلومیٹر دور بلاسٹ ہوا تھا، زمارہ بچوں کا دھیان رکھیں، وہ عربی کہہ کر باہر کی طرف بھاگا، مرد حضرات جمع تھے عورتیں چہرے چھپائے رو رہیں تھیں۔

یااللہ

یااللہ کے الفاظ گونج رہے تھے۔

زمارہ کا دل پھر سے زور سے دھڑکا اور اب وہ زمین کے ساتھ برابر ہو گئ

بچے اسے اٹھا رہے تھے۔۔۔

زمارہ؟ زمادہ؟ کوئی اس کے بازو کو جنجھوڑ رہا تھا۔

ہاں؟ ہاں ایک دم اس نے انکھیں کھولیں۔

یہاں کیا کر رہی ہو اندر منشاہ آئی ہے، زینب نے اسے آگاہ کیا۔

بچے اب اپنی جگہ نہیں تھے۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کے اندر کی طرف پلٹی

مگر اس سے زیادہ جو بے چین ہوا تھا وہ سامنے کی بالکنی پہ کھڑا وجود ہوا تھا۔۔

آئی ڈونٹ نو کہاں سے شروع کروں پر میں شرمندہ ہوں! منشاہ نے ہاتھ

مروڑتے ہوئے کہا۔

ایم سوری وہ میں جذبات میں کچھ زیادہ ہی بول گئ! ٹوٹی پھوٹی اردو میں اس

نے معذرت کی۔

کوئی بات نہیں! منشاہ مسکرائی۔

ہم اب ویسے بھی دوست ہیں تو تمھیں جو چیز پریشان کرے مجھ سے شئیر کر سکتی ہو! منشاہ نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

شکریہ صدیقی! وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

میں قہوہ لاتی ہوں! زینب نے کہا۔

نہیں، میں اتنی دیر نہیں رک رہی میں سامنے خالہ کے ہاں آئی تھی پتا چلا تم ادھر رہ رہی ہو تو یہاں سوری کرنے آگئی! وہ اٹھنے لگی۔

انھیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں! اس نے اچانک پوچھا تو منشاہ نے سر پہ چپت لگائی۔

میں پھر ملوں گی، بائے، وہ کہہ کر باہر کی طرف چل دی۔

اچھا سنو تو! ذمارہ اسے آواز دیتی رہ گئی۔۔۔۔

تم لوگ میرے ساتھ چل رہی ہو بس، منشاہ نے صاف الفاظ میں کہا۔

تم زینب کو لے جاؤ نا میں جا کر کیا کروں گی! ذمارہ نے صاف انکار کرنے کی سعی کی۔

کوئی بہانہ نہیں ذمارہ! وہ اس کے سر پہ پہنچی جو لیپ ٹاپ کھولے کسی کام میں مصروف تھی وہ کچھ لکھ رہی تھی وہ شاید اس کی ڈائیری تھی۔

منشاہ جیسے ہی اس کے پاس پہنچی اس نے فوراً لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

ایم سوری! منشاہ نے زبان دانتوں تلے دی۔

وہ بس ایسے ہی کچھ خاص نہیں تھا! وہ بات گول کر گئی۔

تمھاری کوئی دوست نہیں ہے، ہم راز؟ کوئی بھی؟ منشاہ اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھنے لگی۔

زینب نے اس کی طرف دیکھا۔

پھر اپنے پرس سے ایک تصویر نکال لائی اور اس کے سامنے رکھی۔

وہ ذمارہ کے ساتھ بیٹھا کوئی شخص تھا نیلی آنکھوں والا، منشاہ نے غور سے تصویر کو دیکھا، ماشاءاللہ بہت پیارا ہے کون ہے؟

ذمارہ کی انکھیں نم ہوئیں، منشاہ نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر زینب کو پھر اس نے زینب کی انکھوں کو دیکھا اور تصویر کو اس کی انکھوں کے ساتھ رکھا۔

اس نے کچھ کہنا چاہا، زینب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ منشاہ نے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اب کمرے میں موجود تینوں لڑکیاں بے آواز رو رہی تھیں۔۔۔۔

خان یونس!

رفع::

وہ کیمروں، صحافیوں اور قلموں کا خیمہ تھا، کیمرے جو سچ ریکارڈ کر رہے تھے، قلم جو سچ لکھ رہے تھے، صحافی جو سچ دنیا کے سامنے لا رہے تھے، اسرائیل نے خان یونس کو نشانہ بنایا، رفع میں جو ایمبولینس دوڑ رہی تھیں، زخمیوں کو لے کر، فلیسطنی ہلال احمر کی غیر مصلحہ ٹیمیں جو انھیں

لے جا رہی تھیں شہید کر دی گئیں بنا کسی جواز کے جب وہ جانیں بچانے جا رہے تھے اپنی جانیں گنواہ بیٹھے۔

ان ایمبولنس اور خان یونس کے صحافیوں کے درمیان جو چیز مشترک تھی وہ تھا: سچ

سچ کا قتل، اور ان کا قتل جو انھیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

مگر جانتی ہیں کیمرے نہیں رکتے وہ ریکارڑ رکھتے ہیں، قلم نہیں تھکتے وہ لکھتے ہیں، سچ کبھی نہیں چھپتے وہ ملبے میں دب بھی جائیں کہیں نہ کہیں پر چھائیاں چھوڑ جاتے ہیں۔۔ ذمارہ چپ ہوئی تھی۔

اسرائیل یہ جنگ حماس کے خلاف کر رہا ہے؟ منشاہ نے پوچھا

یہ جنگ حماس کے خلاف نہیں ہے جیسا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ جنگ زندگیٔ کی ہے آواز کی ہے وہ آوازیں دبانا چاہتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں ہے، زینب نے اب کی بار جواب دیا۔

منشاہ سکتے میں تھی، وہ مطمئن تھی، مگر دل بے چین تھا۔۔۔؟۔۔۔

وہ کمرے میں بیٹھا، فلسطین کی تاریخ ڈھونڈ رہا تھا، انکھوں پہ چشمہ ٹکائے ٹانگیں لمبی کر لیپ ٹاپ پیٹ کے مقام پہ رکھ وہ سکرول کر رہا تھا۔

گوگل!!!!

رومیوں نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد یورپ اور شام میں یہودیوں پر زندگی تنگ کر دی تھی۔ انھیں دربدر کیا، ظلم کیے، ذلیل کر کے رکھا اور ان کا قتل کیا۔ جان بچانے اور چین سے جینے کے لیے یہودی ان علاقوں کی طرف رخ کرتے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہوتی۔

رومیوں کے عیسائیت قبول کرنے کے بعد بیت المقدس سے یہودیوں کو نکالا گیا اور ان کی عبادت گاہیں تباہ کر دی گئیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بیت المقدس کی فتح کے بعد یہودیوں کو شہر میں آنے جانے کی اجازت ملی۔

اس نے کروٹ بدلی، فون چارج پہ لگایا سیب اٹھایا اور کش کھاتا پھر سے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔

15 ہجری (637ء) میں بیت المقدس فتح ہونے کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو بیت المقدس کی زیارت کی اجازت دی، جبکہ اس سے پہلے عیسائیوں نے ان پر پابندی لگا رکھی تھی۔ عیسائیوں نے یہودیوں سے حد درجہ بغض کی وجہ سے اس چٹان، جس کے اوپر "قبۃ الصخرۃ" (Dome of Rock) بنا ہوا ہے، کو کچرے کے ڈھیر سے ڈھک دیا تھا۔ کیونکہ یہودی اس کو مقدس مانتے ہیں۔ اس چٹان کے اوپر سے کچرہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کی اہمیت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج والی رات، اس چٹان پر سے براق اوپر آسمانوں کو اڑا تھا۔

پھر جب بھی صلیبی جنگ کے بعد عیسائی بیت المقدس پر قابض ہوئے تو مسلمانوں اور یہودیوں کا قتل عام کیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بیت المقدس فتح کرنے کے بعد اور بعد میں طویل عرصہ تک سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں یہودی قلیل تعداد میں رہے، لیکن عیسائی ظلم و ستم اور ذلت و خواری والی زندگی سے بہتر حالت میں رہے۔ انیسویں صدی میں یورپ اور روس میں یہودیوں کے خلاف عیسائیوں میں شدید نفرت اور مظالم پھر سے ابھرے۔ ان حالات میں یہودیوں نے عیسائیوں کے ظلم سے تنگ آکر نقل مکانی کی۔ جرمنی، مشرقی یورپ اور روس سے یہودی لاکھوں کی تعداد میں بے گھر ہو گئے۔ ان کی بڑی تعداد امریکا، برطانیہ اور کچھ فلسطین میں آ گئے۔

کی تحریک نے جنم لیا۔اس (Zionism) اسی دوران میں صیہونیت
تحریک کا مقصد یہودیوں کے لیے اپنا ملک قائم کرنا تھا اور اس کے لیے

انھوں نے فلسطین کو چُنا۔ یہ تحریک یورپ، امریکا اور فلسطین میں زور پکڑتی گئی اور یہودیوں نے بڑی تعداد میں فلسطین میں آباد ہونا شروع کر دیا اور یہاں زمینیں خریدنے لگنے۔ یہ سلطنت عثمانیہ کا آخری زمانہ تھا۔

پہلی جنگ عظیم (1914ء-1918ء) میں سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا تھا اور جب جرمنی ہار گیا تو برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا اور مختلف علاقے مختلف یورپی طاقتوں کے قبضے میں آ گئے۔ فلسطین پر برطانیہ کا قبضہ ہو گیا۔ 1917ء میں برطانیہ کے وزیر خارجہ نے ایک اعلان کیا، جس کو اعلانِ بالفور (Balfour Declaration) کہا جاتا ہے۔ اس میں کہا گیا کہ فلسطین میں برطانیہ آزاد یہودی ریاست قائم کرنے میں مدد کرے گا۔ برطانیہ نے ان کو وہاں آباد ہونے اور منظم کرنے میں مدد دی۔ جب فلسطین کے عرب مسلمانوں میں یہودیوں کے خلاف شدید ردعمل پیدا ہونے لگے اور دونوں کے

درمیان میں شدید جھڑپیں ہونے لگیں تو برطانیہ نے فلسطین سے جانے کا فیصلہ کیااور اقوام متحدہ سے اس علاقہ کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا کہا۔

اقوام متحدہ نے 1947ء میں فیصلہ دیا کہ فلسطین کو دوریاستوں میں تقسیم کردیا جائے: مغربی علاقہ جہاں یہودیوں کی اکثریت آباد تھی وہاں یہودی اسرائیل کی ریاست قائم کریں اور مشرقی علاقہ میں فلسطینی عرب مسلمانوں کی ریاست قائم ہو جائے۔ جبکہ بیت المقدس اقوام متحدہ کے کنٹرول میں رہے۔ یہودیوں نے اس فارمولے کو قبول کرلیا جبکہ فلسطینی مسلمانوں اور عرب ممالک نے اپنے درمیان میں ایک یہودی ریاست کے قیام کو یکسر مسترد کردیا۔

یہودیوں نے 14 مئی 1948ء کو اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا تو اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان میں جنگیں چھڑ گئیں۔ یہ جنگیں 1967ء تک چلیں۔ جنگ کی شروعات میں اسرائیل نے مغربی بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور فلسطین کے کچھ اور علاقے بھی اپنے قبضے میں لے لیے۔ بقیہ فلسطین کے مختلف علاقوں پر مصر، شام، لبنان اور اردن کا قبضہ ہو گیا۔ بیت المقدس کا مشرقی علاقہ، جس میں حرم شریف اور مسجد اقصیٰ سمیت مقدس مقامات ہیں، اردن کے قبضے میں تھا۔ یہ صورت حال 1967ء تک قائم رہی۔ یہودیوں نے ناجائز قبضہ کر لیا ان لوگوں کا حق مارا جن لوگوں نے ان یہودیوں کو اس وقت پناہ دی جب ہر کوئی ان کا دشمن پھر مسلسل چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوتی رہے 2024 میں یہودی کھل کر سامنے آ گئے اور کھلم کھلی دہشت گردی کرنے لگے معصوم بچے معصوم عورتوں کا سرعام قتل کیا گیا تاحال جنگ جاری ہے اور یہودیوں نے غیر قانونی طور پر قبضہ کرنے کی کوشش۔

فلسطین کے پہلے شہر کا نام ''ایحا'' تھا کہ جس کی بنیاد 8000 سال قبل مسیح میں رکھی گئی تھی۔ 2500 قبل مسیح کے لگ بھگ عربوں کی فلسطین میں ہجرت کے بعد بہت سے شہر اور علاقے معرض وجود میں آئے؛ منجملہ: بیسان، عسقلان، عکا، حیفا، الخلیل، بیت اللحم اور غزہ اریحا اور غزہ دنیا کے قدیم ترین شہر سمجھے جاتے ہیں۔ فلسطین کا ایک اور شہر ناصرہ ہے۔ اس شہر میں حضرت مریمؑ رہائش پذیر تھیں۔ اس لیے عیسائیوں کے نزدیک اس کی خصوصی اہمیت ہے۔ قدیمی شہر سامریہ بھی فلسطین کا ایک شہر ہے۔ جس کنویں میں حضرت یوسفؑ کو پھینکا گیا تھا، اسی شہر میں واقع تھا۔ اسی طرح سامریہ حضرت یحییٰ کا محل دفن ہے۔ الخلیل چار ہزار سالہ تاریخ کیساتھ فلسطین کا ایک اہم شہر ہے کہ جسے کسی زمانے میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ رام اللہ فلسطین کا ایک اور اہم شہر ہے. فلسطین کا موجودہ دارالخلافہ بیت المقدس بھی اس ملک کا اہم ترین شہر ہے۔ اس شہر میں یہودیت اور عیسائیت جیسے ادیان ظہور پذیر ہوئے۔ اسی طرح مسلمانوں

کے قبلہ اول کے عنوان سے مسجد الاقصیٰ اور پیغمبر اسلام کا مقامِ معراج ہونے کے عنوان سے بیت المقدس مسلمانوں کیلئے بھی نہایت اہم ہے۔

بیت المقدس کے دیگر اہم مقامات یہ ہیں: مسجد صخرہ، مقبرہ داؤد نبی، مقام حضرت موسیٰ۔

مختصر تاریخ

مورخین کے نزدیک فلسطین پتھر کے زمانے سے انسانوں کا محل سکونت رہا ہے۔ سرزمین فلسطین اوائل کی خانہ بدوشی سے زمانہ زراعت تک انسانی زندگی میں ارتقاو ترقی کی شاہد رہی ہے۔ فلسطین کا پرانا معروف نام ''سرزمین کنعان'' ہے کیونکہ فلسطین کی طرف ہجرت کرنے والا سب سے پہلا گروہ کنعانی عربوں کا تھا کہ جنہوں نے سنہ 3500 قبل مسیح میں فلسطین کی طرف ہجرت کی۔ فلسطین کا نام ان مہاجر اقوام سے ماخوذ ہے کہ جنہوں نے 1200 سال قبل مسیح میں مغربی ایشیا سے اس سرزمین کی

جانب ہجرت کی۔ فلسطین میں خدا کی توحید اور یکتائیت کا عقیدہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے رہا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور اس سرزمین پر توحید کو عام کیا۔ آخر کار اسی سرزمین پر آپؑ کا انتقال ہوا اور آپؑ کو الخلیل شہر میں دفن کیا گیا۔ اس شہر کا نام الخلیل رکھنے کی وجہ خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کا مقبرہ ہے۔ ابراہیمؑ کے بعد آپؑ کے بیٹے اسحاق پھر ان کے پوتے یعقوب فلسطین میں ہی مقیم رہے۔ تاہم یعقوبؑ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اسرائیل کا فلسطین پر قبضہ

1799ء میں نپولن بوناپارٹ پہلا یورپی لیڈر تھا کہ جس نے یہودیوں کو فلسطین میں ایک یہودی ملک کے قیام کی دعوت دی۔ اس کے سالہا سال بعد 1897ء میں سوئزرلینڈ میں پہلی یہودی کانفرنس منعقد ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ سرزمین فلسطین کو یہودی بنانے کیلئے ایک بامقصد پالیسی پر

عمل در آمد کیا جائے۔ انہوں نے اشتعال انگیزی کو دبانے کیلئے یہودی حکومت کی بجائے یہودی وطن کا نام استعمال کیا۔ اس کے باوجود تیس سال کے بعد اور پہلی عالمی جنگ کی ابتدا تک صرف دس فیصد یہودیوں نے اس پالیسی کی حمایت کی اور یہ منصوبہ عملی طور پر ناکام ہو کر رہ گیا۔ اس زمانے میں فلسطین کی کل آبادی کا صرف آٹھ فیصد یہودیوں پر مشتمل تھا اور رقبے کے اعتبار سے بھی صرف دو فیصد سرزمین پر ان کا قبضہ تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں درپیش واقعات کے نتیجے میں سنہ 1917ء کو بالفور اعلامیہ جاری کیا گیا۔ اس اعلامیے میں برطانیہ نے فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کا مطالبہ کیا۔ اسی لیے برطانیہ کی فلسطین پر حکومت کے دوران صیہونیوں نے بڑی تعداد میں سرزمین فلسطین کی طرف ہجرت کی۔ اس دوران فلسطین میں یہودیوں کی آبادی میں چھ گنا اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔ 1948ء میں اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ اس موقع پر یہودیوں نے فلسطین کی 78 فیصد اراضی پر قبضہ کر لیا۔ مقبوضہ علاقوں میں فلسطین

کے شمال میں واقع الخلیل، بحیرہ روم کا ساحل، صحرائے نقب اور فلسطین کا مرکزی علاقہ شامل تھا۔ دریائے اردن کا مغربی کنارہ اردن کے زیر انتظام تھا جبکہ غزہ مصری حکومت کے ماتحت تھا؛ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں علاقے صیہونی قبضے سے محفوظ رہے۔ تاہم 1967ء سے 1995ء کے دوران اسرائیل نے مغربی کنارے کے ساٹھ فیصد اور غزہ کے چالیس فیصد علاقے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ یوں اسرائیل 97 فیصد فلسطین پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

فلسطین اسرائیل جنگ

1948ء میں اسرائیل کی جانب سے فلسطین پر قبضے کے بعد سے فلسطین اور اسرائیل ہمیشہ سے حالت جنگ میں ہیں۔ اس کشیدگی کو فلسطین اسرائیل تنازعہ کہا جاتا ہے۔ بہت سی حکومتیں اس حوالے سے حساس تھیں۔ مگر عصر حاضر میں مختلف سیاسی، معاشی اور سیکیورٹی مسائل کے

باعث یہ تنازعہ بہت سی حکومتوں کا مورد توجہ نہیں ہے۔اس کے باوجود مسئلہ فلسطین شایان شان انداز سے شیعوں کا مورد حمایت رہا ہے۔ بہت سے شیعہ علما کے اس حوالے سے بیانات فلسطینیوں کی حمایت پر زور دیتے ہیں۔ شیعوں کی جانب سے فلسطین کی ایک نہایت اہم حمایت امام خمینیؒ کی جانب سے روز قدس کا اعلان ہے۔اسلامی جمہوریہ ایران کے قائد امام خمینیؒ نے فلسطینیوں کی حمایت کیلئے ماہ رمضان کے آخری جمعے کو یوم القدس قرار دیا۔ہر سال بہت سے اسلامی ممالک جیسے عراق،ایران،ہندوستان، پاکستان اور ملائشیا کے لوگ فلسطینیوں کی حمایت کیلئے وسیع پیمانے پر مظاہرے کرتے ہیں۔

سال نکبت

سنہ 1948ء کو اسرائیل کی تشکیل کے سبب سال نکبت کا نام دیا گیا ہے۔ اسی طرح عرب ممالک کی شکست کے باعث سنہ 1967ء سال نکسہ کے

نام سے معروف ہے۔ یہ جنگ چھ دن تک جاری رہی تھی کہ جس میں عرب ممالک کی شکست کے بعد اسرائیل نے دریائے اردن کے مغربی کنارے، غزہ اور فلسطین کے ہمسایہ ممالک کے مزید کچھ علاقوں پہ قبضہ کر

وہ پڑھ ہی رہا تھا کہ کال نے اس کا تسلسل توڑا۔

اف کیا مصیبت ہے اس نے فون کو دیکھا۔

حمزہ یار تم مجھے کبھی سکون سے رہنے دو گے ؟اطہر نے برے زاویے بنا کر پوچھا۔

بھائی طلحہ کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے یار جلدی آجا! ساتھ میں وہ تیری بندی اس کو بھی لگ گئی۔ حمزہ نے جلدی جلدی کہا۔

واٹ ذمارہ، وہ وہاں پہ کیا کر رہی تھی۔اس کی دھڑکن یک دم تیز ہوئی۔

بھائی تو آجا بعد میں ساری باتیں۔ وہ کال پہ ہسپتال کا بتا کر کال بند کر۔ گیا۔

اطہر نے جلدی سے کپڑے بدلے، جوتے پہن کر وہ باہر آیا۔

مام ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں لیٹ ہوا تو ڈیڈ کو سنبھال لینا! وہ جاتے جاتے بولا۔

پچھلے تیس سالوں سے سنبھالا ہوا ہے بیٹا آرام سے جاؤ۔ وہ مزے سے چینل بدل کر بولیں۔

دٹس داریزن آئی لو یو دا موسٹ، وہ پلٹا ماں کا بھوسہ لیا اور دروازہ بند کرتا نکل گیا۔۔۔۔۔

وہ افراتفری میں ہسپتال پہنچا۔

منشاہ اور زینب کو دیکھ اسے اور حیرانی ہوئی، سنڈے کو یہ لوگ؟ آخر کر کیا رہی تھیں۔

اس نے ذمارہ کو دیکھنا چاہا، جو شاید اندر پٹی کروا رہی تھی، شیشے سے اندر کا منظر واضح تھا، اس کا عبایہ پھٹ چکا تھا وہ پٹی کروا رہی تھی اس کا بازو گورا تھا

اطہر نے ایک دم نظر چرائی اس کا حجاب ویسے ہی تھا انکھوں کے سوا کچھ نہ تھا جو دکھتا، اطہر کو کبھی لالچ بھی نہیں ہوئی کہ وہ دکھنے میں کیسی تھی۔

کیسے ہوا یہ! منشاہ زینب سے بات کر رہی تھی جب اطہر نے پوچھا۔

بھائی شاپنگ پہ گئے تھے، وہ ذمارہ کو چلتے چلتے چکر آ گئے تھے اور تب ہی یہ آپ کے دوست بائیک پہ آئے تھے بریک نہ لگنے پہ ایکسیڈینٹ ہو گیا۔۔۔

آدھی ادھوری کہانی مت گھڑو منو! ان کا ایسے ایکسیڈینٹ ہوا تو ذمارہ کو کیسے لگی! وہ جھول پکڑ چکا تھا۔ سختی سے بولا۔

بھائی وہ کچھ لڑکے ذمارہ کو چھیڑ رہے تھے تب ہی طلحہ کی ان سے جھڑپ ہو گئی تھی اور وہ اسے پیٹ رہے تھے، ذمارہ اسے بچا رہی تھی دھکے کی وجہ سے وہ گر گئی تھی، بس اور کچھ نہیں، وہ نظریں جھکا کر بولی۔

آئیندہ اسے کہیں نہ لے کر جانا آئی سمجھ! وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔

سوری! وہ ممنائی۔

گھر جاؤ! وہ حکم صادر کر کے بولا۔

وہ ذمارہ اجائے! زینب نے فورا کہا۔

پانچ منٹ بعد میں آؤں تو مجھے یہاں مت دکھنا! وہ انگلی سے تنبیہ کر کے بولا

۔

وہ چادر درست کرنے لگی، اثبات میں سر ہلایا۔ وہ وہاں سے چل کر میل وارڈ میں گیا۔۔۔۔۔

اور بھئی پہلے سے آرام ہو گا؟ حمزہ مزے سے سیب کھا رہا تھا اور کچرا باسکٹ کی طرف اچھال رہا تھا۔

طلحہ کے چہرے پہ زخم تھے ہاتھ پہ پٹی تھی، ٹانگ تھوڑی اونچی کر کے رکھی تھی۔

تب ہی اطہر دروازے سے داخل ہوا اور چھلکا اس کے قدموں میں جا گرا۔ حمزہ نے دانت پیسے۔

مسٹر او سی ڈی سے اب خیر نہیں! اس نے زیر لب کہا، اطہر کی گھوری دیکھ وہ فوراً آگے آیا چھلکا اٹھایا اور ڈسٹ بن میں پھینکا۔

سوری بھائی وہ بس عادت سے مجبور ہوں! حمزہ نے معصومیت سے کہا۔

میری بھی بری عادت ہے جبڑے تک ہاتھ چلا جاتا ہے، میٹر گھوم جاتا ہے۔ اطہر نے کنپٹی مسلی۔

یار او ورری ایکٹ نہ کر اب ہو گئی غلطی، وہ خفا ہوا۔ اطہر اسے نظر انداز کرتا طلحہ کے پاس گیا۔

زرا جھکا اس کے کان میں کچھ بولا۔

شکریہ یار اس کی خفاظت کرنے کے لئیے۔ وہ اہستگی سے بولا۔

بندی سر گوشی اتنی کرے کہ تیسے کو سنائی نہ دے یا پھر کرے ہی نہ! حمزہ نے کان میں انگلی ڈال کر انھیں سنا کر کہا۔

وہ دونوں اسے دیکھنے لگے! پھر ہنس دیئے۔ حمزہ بھی ہنس دیا۔

وہ تینوں اب ایک دوسرے کے گرد حصار باندھے تھے۔دوستوں کی شکل میں بھائی۔۔۔۔31

دو دن وہ یونیورسٹی نہیں آئی تھی،اطہر کو بے چینی نے آگھیرا۔

اگلے دن جب وہ آئی! تو اس نے ہمت کر کے منشاہ کے پیچھے بیٹھ کر اسے نوٹ لکھا۔

۔اگلی سیٹ پہ وہ تھی پچھلی وہ تین بیٹھے how are you now تھے۔

لکھ کر ہمت نہ ہوئی تو حمزہ نے جھٹ سے اس سے کھینچ کر کاغذ آگے دیا۔

ذمارہ نے ایک ترچھی نظر کاغذ پہ ڈالی،اطہر نے سر رجسٹرڈ میں چھپالیا۔

alhumduAllah

،جواب سر سرا تھا۔مگر وہ دیکھ کر مسکرایا۔

tea please?

وہ اب کی بار نوٹ خود بڑھا کر پوچھنے لگا۔

be afraid of Allah man۔

اس کا جواب پڑھ کر اطہر کو اچھو لگا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔

ایم سوری! وہ کہہ کے چپ ہو گیا۔

وہ سامنے دیکھنے لگی جہاں پروفیسر آرہے تھے۔ اطہر کو خود کی بیوقوفی پہ سخت غصہ آیا وہ اب بے دلی سے لیکچر لے رہا تھا۔۔۔۔

پاکستان کے حالات خراب ہوتے جارہے ہیں، اتنی مہنگاہی میں بندا کرے بھئ تو کیا کرے! لائبریری سے نکلتے منشاہ کے کانوں میں لڑکیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

!وہ پل کے لئیے رکی

معیشت ہماری ڈاؤن سے ڈاون ہورہی ہے یار! سیڑھیاں اترتے دوسری لڑکی نے کہا۔

ان میں سے ایک لڑکی فون میں سر دیئے ہوئے تھی۔

چچ، اناللہ وانا الیہ راجون۔ لڑکی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

کیا ہوا زری! دوسری دوست نے پوچھا، منشاہ ان کے پیچھے چل رہی تھی

اسے حیرت ہوئی

لک! اس نے فون آگے کیا۔

ایک اور صحافی شہید! لڑکیوں نے افسوس سے سائیڈ میں کھڑے ہو کر فون کو دیکھا۔

اللہ تعالیٰ غارت کرے اس اسرائیل کو! ایک نے غصے سے کہا۔

یہودی ہے ہی منافق، سرکش قوم، لائبہ نے تبصرہ کیا۔

جانتی ہو ہٹلر نے ایک بار قید خانے میں موجود جرمن سپاہیوں سے کہا کہ ان یہودیوں کو جو مرضی ایذا دینا چاہوں دو، اس نے ان کے سامنے کانچ رکھیں اور بولا انھیں کھانے میں یہ دو مگر جرمن سپاہیوں کی ہمت نہ ہوئی،

پھر ہٹلر نے یہودیوں کو یہ کرنے کو بولا تو وہ فوراً اٹھے اور تیار ہو گئے، تب ہٹلر نے انھیں مروا دیا، پھر سپاہیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

میں نے تمھیں نظارہ دکھانا چاہا ہے یہ کسی کے اپنے نہیں ہوتے تم نے انھیں چھوڑا تو یہ تمھیں نہیں چھوڑیں گے۔ وہ دوراندیش تھا وہ کہتا تھا کہ میں چاہتا تو دنیا کے سارے یہودیوں کو ختم کر دیتا مگر دنیا کو پتہ چل سکے کہ میں نے یہودیوں کو کیوں قتل کیا۔۔

اچھا بس یار بند کرو یہ ٹاپک اپنے مسلے ختم نہیں ہوتے اور۔۔ایک ان میں سے تنگ ہوئی۔

منشاہ سڑھیاں اتر چکی تھی،

یہودی کیا تھے؟ کون تھے؟ بہت سے سوال تھے۔۔

یہودیت وہ مذہب ہے جس میں خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی برتری وعظمت کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ یہی دو بنیادیں ہیں جس پر یہودی

مذہب قائم ہے۔ یہ مذہب اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس کی مسلسل اور مرتب تاریخ محفوظ ہے۔ اس مذہب کو عالمگیر مذہب کہنا مشکل ہے کیونکہ دنیا کے ہر ایک گوشے میں ہونے کے باوجود اس مذہب میں غیر اسرائیلوں کے داخلے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی ہے اور انھیں بہت مشکل مراحل سے گزار کر ہی یہودیت کے دائرے میں داخل کیا جاتا ہے۔ یہودیوں کو بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی مقدس کتاب قرآن میں بھی ان کے لیے یہی لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اصل میں بنی اسرائیل کے معنی ہیں اسرائیل کی اولاد اور نبی یعقوب کا لقب ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہودیت دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے جس کی نسبت پیغمبر موسیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔ یہ ایک توحیدی اور ابراہیمی مذاہب میں مذہب ہے جس کے پیروکار بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ سنہ سے ایک اہم 2006ء تک ان کی تعداد 14 ملین تھی، اس وقت یہودی اکثریت والا ملک اسرائیل ہے۔ اسرائیل میں انھیں باقاعدہ حکومت حاصل ہے۔ 34

جب یروشلم میں بنی اسرائیل کی بڑی عبادت گاہ ہوتی تھی، جو عالمی یہودیت کا مرکز تھی، تو دین کے تمام شرعی فرائض وہیں ادا ہوتے تھے۔ سن 70 عیسوی میں روم کی فوج نے اس عبادت گاہ کو تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں یہودی بکھر گئے اور اب قومِ یہود کو اس مسیحا کا انتظار ہے جس کی آمد پر انکی یہ مرکزی عبادت گاہ دوبارہ تعمیر ہو گی۔ وہ وقت آنے تک شاباتِ ہی وہ عبادت گاہ ہے، وقت اور آرزو کی تعمیر کردہ، جو ہر ہفتہ دوبارہ بنتی ہے اور ہر ہفتہ بکھر جاتی ہے۔

یہودیوں کے نزدیک بہت تقدس کی حامل ہے اور توریت و عہد عتیق کے مساوی حیثیت رکھتی ہے۔ (بلکہ توریت سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے جیسا کہ گرافٹ نے کہا:

جان لو کہ خاخام کے اقوال پیغمبروں سے زیادہ بیش قیمت ہیں 35

پہلی عالمی جنگ میں مشرق وسطیٰ کے اس حصے پر حکمرانی کرنے والی سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد برطانیہ نے فلسطین کا کنٹرول سنبھال لیا تھا۔

اس سرزمین پر اس وقت یہودی اقلیت اور عرب اکثریت کے ساتھ ساتھ دیگر چھوٹے نسلی گروہ بھی آباد تھے۔

یہودیوں اور عربوں کے درمیان کشیدگی اس وقت بڑھی جب عالمی برادری نے برطانیہ کو یہودیوں کے لیے فلسطین میں ایک 'قومی گھر' تشکیل دینے کی ذمہ داری سونپی کام 1917 کے بیلفور اعلامیے کے تحت ہوا، جو اُس وقت برطانیہ کے وزیرِ خارجہ آرتھر بیلفور نے برطانیہ کی یہودی برادری سے کیا تھا۔

یہ اعلامیہ فلسطین پر برطانوی مینڈیٹ میں شامل تھا اور 1922 میں نو تشکیل شدہ 'لیگ آف نیشنز' جو کہ اقوام متحدہ کی پیشرو تھی، اس کی توثیق کر چکی تھی۔

یہودیوں کے لیے فلسطین اُن کا آبائی وطن تھا لیکن اس علاقے میں نسلوں سے آباد فلسطینی عرب اس دعوے کے مخالف تھے اور انھوں نے یہودیوں کے لیے ایک 'قومی گھر' جیسے برطانوی اقدام کی بھی مخالفت کی۔

سنہ 1920 اور 1940 کی دہائیوں کے درمیان، اس علاقے میں رہائش اختیار کرنے کی خاطر پہنچنے والے یہودیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ان میں سے بہت سے لوگ یورپ میں ظلم و ستم، خاص طور پر دوسری عالمی جنگ میں نازی ہولوکاسٹ سے جان بچا کر یہاں آ رہے تھے۔

اس صورتحال میں یہودیوں اور عربوں کے مابین اور برطانوی راج کے خلاف تشدد میں بھی اضافہ ہوا۔

سنہ 1947 میں اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو الگ الگ یہودی اور عرب ریاستوں میں تقسیم کرنے کی منظوری دی اور بیت المقدس کو ایک بین الاقوامی شہر قرار دیا گیا۔

اس منصوبے کو یہودی رہنماؤں نے تو قبول کر لیا تھا لیکن عربوں نے اسے مسترد کر دیا اور اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔

یہیں سے بس تنازعہ شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔36

ہیلو چچا! زینب اچھلی تھی جب ذمارہ بھاگ کر اس کے پاس فون لائی۔

بابا، ! زینب کی ترسی انکھوں کو ٹھنڈک ملی۔، وہ فورا فون جھپٹ کر دیکھنے لگی۔

وہ بوڑھا چہرہ، سرخ انکھیں لیکر بیٹی کو دیکھ کر رہا تھا۔
بابا! لاتبک، دموک تولمنی،(بابا روئیں نہیں آپ کے آنسو تکلیف دیتے ہیں)

یا ابنتی الحبیبۃ، لقد حاولنا ما استطعنا، ولکن یبدو الآن أننا لا نستطیع أن نفعل المزید "(او میری پیاری بیٹی ہم نے کوشش کی، کرتے رہے ہم میں جتنی طاقت تھی مگر اب مشکل لگ رہا ہے). آواز زکام زدہ تھی۔

بابا،

یا بابا، نحن شعب ایمان، لا یمکننا أن نتوقف ھکذا. لا یجب أن نُتثقل کاھلک "ذ(او بابا ہم ایمان والے لوگ ہیں ہم ایسے کمزور نہیں پڑ سکتے، نا امید نا ہوں۔
ایک بیٹی باپ کو حوصلہ دے رہی تھی۔

.انا سعید بنت ! انا مبارک (میں نوازا گیا زینب ،)

بابا، وہ رو دی، اس باپ نے خاندان کھویا تھا، بیٹا کھویا تھا، بیوی، بیٹی دیار غیر میں تھی مگر ایمان تھا۔ ایمان ہی تھا جو انھیں زندہ رکھ رہا تھا۔

اور جب ان پہ تلاوت کی جاتی ہے ان کا ایمان بڑھتا ہے، سبحان اللہ

37۔۔۔۔۔۔۔

کال بند ہو چکی تھی، حسرت بھری نظروں کو آرام آیا، گھنٹہ بیٹھ کر وہ روتی رہی۔

زمارہ اس کے پاس آئی اسے حوصلہ دیا وہ سر اس کی گود میں ٹکا کر کب سو گئ اسے معلوم نہ پڑا۔ وہ جانتی تھی اسے سب یاد آرہے تھے، زمارہ نے دیکھا زینب کے پہلو میں کتاب پڑی تھی، زمارہ نے آہستہ سے اس کا سر بیڈ پہ رکھا ،چادر اس پہ ڈالی اور اہستگی سے بک اٹھالی۔

وہ بالکنی کی طرف گئ جہاں ایک کرسی تھی، اس نے کتاب کھولی تو ایک صفحہ نیچے گرا۔

اس نے حیرت سے صفحہ اٹھایا اسے ترچھا کر کے دیکھا اس پہ خون کا ایک قطرہ تھا، وہ پھٹا پھٹا سا تھا۔ ذمارہ کے دل کو کچھ ہوا۔۔

حسام! صفحہ کے اوپر لکھا نام دیکھ اس کا دل مٹھی میں آگیا۔ اس نے گلے سے تھوک نگلا۔

صفحہ کھولا۔

آخری الفاظ۔

اگر آپ یہ پڑھ رہے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ میں مارا گیا ہوں، اسرائیلی قابض افواج نے مجھے نشانہ بنایا ہوگا، جب یہ شروع ہوا تب میری عمر اکیس سال تھی میں بھی ہر کسی کی طرح خوابوں کے ساتھ کالج کا طالب علم تھا، پچھلے اٹھارہ مہینوں سے میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے لوگوں کے لئیے وقف کر دیا، میں نے شمالی غزہ میں ہونے والی ہولنا کیوں کو لمحہ بہ لمحہ دستاویزی شکل دی، دنیا کو سچ دکھانے کے لیے جسے انھوں نے دفنانے کی کوشش کی، میں فٹ پاتھوں پہ، سوتا تھا جہاں جگہ ملے سکولوں میں خیموں

میں ،ہر دن بقاء کی جنگ تھی میں نے مہینوں تک بھوک برداشت کی مگر اپنے لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑا ،خدا کی قسم میں نے اپنا فرض پورا کیا ،صحافی کے طور پہ اب میں آخر کار آرام میں ہوں ،جو مجھے اٹھارہ ماہ میں نہ ملا ،میں نے یہ سب کیا کیونکہ میں فلسطین کے مقصد پہ یقین رکھتا ہوں ، میرا یقین ہے یہ زمین ہماری ہے اور یہ میری زندگی کا سب سے بڑا اعزاز رہا کہ میں دفاع کرتے کرتے شہید ہوں گا ،لڑتے رہیں ہماری کہانیاں سناتے رہیں۔۔

خط پہ آنسو ٹپ ٹپ کر کے گرنے لگے ،وہ اس کا بھائی تھا ،زینب کا شوہر ،وہ سر ٹیبل پہ رکھ رو رہی تھی۔اس کا بھائی شہید ہوا تھا اس کی لاش پہچانی نہیں گئی تھی۔اور اب یہ خط۔

یارسول اللہ آپ پہ سب قربان ،یا اللہ دیکھ لیجیے میں نے سب لٹا دیا میرے خالی ہاتھ دیکھ لیں ،اس نے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے ،اچانک بادلوں

نے فوراآسمان وڈھکنا شروع کیااور دیکھتے ہی دیکھتے، بارش ٹپ ٹپ کرتی اس کے چہرے پہ لگی۔

یااللہ! وہ رو رہی تھی یہ شکر کے آنسو تھے، یہ قبولیت کے آنسو تھے۔۔۔۔38

یہ کیا کر رہا ہے بھائی، طلحہ نے حمزہ کے ساتھ والے بینچ پہ بیٹھتے پوچھا۔

جو گھڑی میں کچھ تاریں فکس کر رہا تھا، کانٹے دار چھوٹی چھوٹی سی تاریں جن میں آسانی سے کوئی بھی چیز اٹک سکتی تھی۔

توچپ چاپ بیٹھا رہ اور باباجی کا کمال دیکھ، وہ اسے خاطر میں لائے بغیر بولا۔

پر بھئی ہے کیا یہ ؟وہ حیرت سے اس کا ہاتھ دیکھنے لگا۔

ایسے ہی بتادوں یاڈیمو دیکھے گا؟حمزہ نے ابرو تن کر شریر مسکان بکھیر کر پوچھا۔

جب ڈیمو مل رہا ہے تو کانوں کو کیوں تھکاوں ؟ وہ شانے اچکا کر بولا تبھی وہاں اطہر آیا۔

لو بابا جی آ گئے ! حمزہ اٹھا اور اس کی طرف بڑھا جھک کر اس کے ہاتھوں کو عقیدت سے انکھوں سے لگایا

جیتے رہو ! اطہر نے اس کی کمر پہ کہنی ماری، طلحہ نے بامشکل ہنسی روکی۔

افف بابا جی، وہ درد سے کراہنے لگا۔

چل تو بیٹا کام پہ لگ طلحہ نے کہا، حمزہ نے غصے سے ہاتھ جھٹکا جو پیچھے سے چلتی موٹی نمرہ کے ڈوپٹے سے اٹک گیا، نمرہ مسکرائی جب کہ حمزہ نے رونددو منہ بنایا۔ طلحہ اور اطہر ہنسی دبائے اس کی حالت سے محظوظ ہوئے۔ وہ ڈوپٹہ نکالنے کی کوشش کر رہا تھا نمرہ ڈھیٹوں کی طرح شرما رہی تھی،

بھائی ! حمزہ نے رحم طلب نظروں سے انھیں دیکھا جو وہاں سے اب کھسک رہے تھے۔

دور جا کر وہ دونوں تالی بجا کر ہنس رہے تھے جب کہ حمزہ راہ فرار ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔۔39

ہیلو زمارہ مجھے کچھ بات کرنی تھی ! لائبریری میں بیٹھی زمارہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جو وائٹ شرٹ کے ساتھ گرے ٹراوزر پہنے تھے، شرٹ فل باڈی کے ساتھ چپکی ہوئی تھی، انکھوں پہ چشمہ پیروں میں جو گرز تھے۔

زمارہ کو ہلکی سیاہ انکھیں لالچ سے پاک لگیں۔

وہ نظریں جھکا کر بیٹھنے کا اشارہ کر چکی تھی۔

کیسی ہیں آپ ! وہ اہستہ سے بولا۔

الحمدللہ ! وہ سپاٹ فکس چہرہ لئے بولی۔

وہ مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا میں اتنے دنوں سے بتانا چاہ رہا تھا کہ اپ مجھے !!! وہ ہاتھوں کو باہم آگے جوڑ کر، سکوت کو توڑ، لفظوں کو تلاش ، نظریں جھکا کر کچھ کہنے لگا تھا۔

اس نے نظر اٹھائی جب اس نے کتاب کے پاس ایک نقاب رکھتے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر اس کی نظروں نے ہاتھوں کی تقلید کی، وہ ذمارہ تھی۔

سبز انکھیں گلابی ہونٹ موٹی چھوٹی سے ناک جس میں ایک چھوٹی سی لونگ تھی وہ گورے رنگ کی مالک تھی مگر اس کے دائیں طرف جبڑا جلا ہوا تھا، کان سے لیکے ٹھوڑی تک۔ اب کی بار وہ کرسی سے آگے ہو کر ہاتھوں کو باہم جوڑ کر اسے دیکھنے لگی، ابرو تنے ہوئے تھے۔

اب؟ کچھ کہنا ہے؟ وہ طنزیہ بولی۔

ماشاءاللہ! وہ زیر لب بولا، ذمارہ نے غصے سے اسے دیکھا پھر نقاب کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔ اطہر نے اسے جانے دیا، اس کے تاثرات ملجے گلجے تھے، اس نے خالی ہاتھوں کو دیکھا پھر مسکرایا اور آسمان کو دیکھا۔۔۔۔ 40

آج وہ زینب کے ساتھ نیچے گراؤنڈ میں آئی تھی بچے کھیل رہے تھے، زینب اور وہ انھیں تک رہی تھیں حسرت سے،

کوئی ایسا بھی عالم ہو

جہاں غم و خشت نہ ہو

نہ کوئی خطر ہو

نہ کوئی دشمن چھپا ہوا

ناسنائپر نہ بلٹس

جہاں فٹ بال کی کک کے بعد

دھماکے نہ سنائی دیں

جہاں ہمارے بچے بھی آزاد کھیل سکیں

خوش رہ سکیں

اسلاف کی میراث میں

زینب نے نم آنکھوں سے ذمارہ کو دیکھا۔ تم نے دکھادیا چہرہ؟ زینب نے پوچھا۔

وہ چپ رہی،

وہ وفادار معلوم ہوتا ہے ! زینب نے بے ساختہ کہا۔

اور میں ؟ وہ پھیکا سا مسکرائی۔

---- تم جس سے وفا کر رہی وہ

وہ زندہ ہے ! وہ سپاٹ لہجے میں بولی،

تم کیوں جھوٹی دلیلیں دے رہی زمارہ ! وہ تاسف سے بولی۔

میرا دل کہتا ہے وہ زندہ ہے ! وہ رونے لگی تھی۔

تمھارا چہرہ اس بات کا گواہ ہے کہ وہ نہیں رہا ! وہ اس کا کندھا جھنجھوڑ کر بولی۔

زینب ! وہ اسے اٹھا کر لے گئے تھے وہ کون تھے میں نہیں جانتی، مگر وہ زندہ تھا میرے بے ہوش ہونے تک وہ زندہ تھا۔ وہ دل پہ ہاتھ رکھ رہی تھی جیسے سانس لینا مشکل ہو رہا ہو۔

زینب نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ اٹھ کر چل دی۔۔۔۔ 41

وقت لگتا ہے چیزیں اپنی جگہ آ ہی جاتی ہیں۔

لائبریری کے بالکل سامنے بینچ رکھا تھا، وہ روز لائبریری جاتی اور جب نکلتی تو وہ اس کے سامنے آجاتا، مگر وہ نظر انداز کرتی رہی۔

میرے سامنے نہ آیا، مجھے میری نظروں میں مت گرائیں! وہ اس کے سر پہ کھڑی تھی، بک سر پہ پکڑی تھی تاکہ دھوپ سے بچ سکے۔

وہ چپ چاپ اٹھا وہ اس سے قد میں لمبا تھا، اس نے بینچ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا ،اور اطراف میں فاصلے پہ رک گیا۔

میں آپ کا نام بدنام نہیں ہونے دوں گا، میری وجہ سے کوئی آپ پہ کوئی انگلی نہیں اٹھائے گا ذمارہ،

اطہر صاحب! کیا آپ ہر شادی شدہ عورت کو تنگ کرتے ہیں! وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور اطہر کو لگا سورج اچانک سے اندھیرا کر گیا ہے۔۔

اطہر نے تھوک نگلا، اسے زخمی نظروں سے دیکھا، سبز آنکھیں بے تاثر اور سپاٹ تھیں۔

آپ شادی شدہ؟اس نے بامشکل پوچھا۔

جی بالکل،الحمدللہ اور اپنے شوہر کی وفادار ہوں،اور آپ کی یہ حرکتیں مجھے زچ کرتی ہیں، کیا آپ یہ سب بند کریں گے، مجھے فوکسڈ رہنا ہے پلیز، وہ نوٹس بغل میں دیکر ہاتھ جوڑ رہی تھی۔اطہر کا دل خالی ہو گیا تھا۔

وہ اسے دیکھ بنا وہاں سے چلی گئی اور اطہر نے بامشکل بینچ تھاما اور اس پہ بیٹھا، وہ اس کے سامنے گزر رہی تھی کسی نے اسے روکا تھا وہ اب اس کی باتیں سن رہی تھی، ایک لمحہ بھی اطہر نے اس سے نظر نہیں ہٹائی تھی اور زمارہ نے نظر ڈالنے کی غلطی نہیں کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔42

ملے تو تم کبھی نہیں

میری حسرت کیوں بھڑکائی بے وجہ

کہ تم بنا جیئیے اگر

ہوا کیسے نا یہ جینا رائیگاں۔۔

بالکنی پہ کھڑا، ہاتھ میں پینٹ برش لئیے وہ کھڑا تھا، وہ آج بہت دنوں بعد پینٹ کر رہا تھا، وہ ایک روز بوتھ کا منظر تھا جہاں ایک لڑکا لڑکی کے قدموں میں بیٹھا پھول دے رہا ہے اور ایک دوسرا عکس ہے جو دور کھڑا ہے اس کے ہاتھوں سے پھول گر چکا ہے کیونکہ لڑکی خوش تھی،، پینٹنگ مکمل ہوئی تو وہ وہیں کاؤچ پہ گرا تب ہی سپاٹیفائی پہ سنگر کی آواز گونجنے لگی۔

وہ انکھیں بند کر چکا تھا۔ وہ لفظوں کو محسوس کر رہا تھا۔

ایسا میں دریا جو بہنا نہ چاہے۔۔ گانا ختم ہو چکا تھا، مگر اس نے انکھیں نہیں کھولیں تھیں۔

تب ہی اس کی مام سٹرابری کی پلیٹ لائی تھیں وہ انکھیں موندھے تھا۔

وہ پینٹنگ دیکھ رہی تھیں، ایک نظر انھوں نے اطہر کو دیکھا۔

وہ گلا کھنکار کر اسے مخاطب کرنے لگیں، اس نے انکھیں کھولیں۔۔۔۔۔43

آر یو کرائینگ! ڈونٹ ٹیل می؟ وہ اس کی انکھیں دیکھ کر بولیں۔

نہیں وہ جسٹ سیڈ سانگ تھاناں، وہ ان کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر بولا۔

کون سا گانا، میوزک تو آن ہی نہیں، وہ اس کی طرف حیرت سے دیکھ کر بولیں۔

وہ شاید بند ہو گیا، اپ ادھر بیٹھیں وہ کاؤچ سے اٹھا، ماں کو جگہ دی۔

اطہر بچے کچھ ہوا ہے کیا؟ وہ اس کا بازو پکڑ کر بولیں۔

نہیں مام مجھے کیا ہو گا؟ وہ ہنسا تھا۔

بیٹھیں آپ! ارے واؤ اسٹرابریز! اس نے ماں سے پلیٹ لی، آپ کو تھوڑی سے دوں گا، وہ بچوں کی طرح بولا۔

میں نے کھا رہی آرام سے کھاؤ! وہ ہنسی۔۔

ہمم وہ سڑک پہ نظر دوڑا رہا تھا پھر اس کی نظر سامنے کی بالکنی کی طرف گئی۔۔۔

----_--_----44

یہ پینٹنگ !مام نے پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا اور سوالیہ نظروں سے اس اطہر کو دیکھا۔

کچھ تفہیم نہیں مل رہا تھا مام، وہ منہ بنا کر بولا۔

آئی ہیٹ داموسٹ لوٹرائینگل، تیسرے بندے کو تباہ کر دیتے اور پھر ٹریک پہ آتے آتے، روح کے حصوں کو جوڑتے جوڑتے عمر بیت جاتی ! وہ صدمے سے بولیں۔

آپ اور ڈیڈ کی سٹوری میں کون تھرڈ پرسن تھا مام ! وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

می !انھوں نے نظریں جھکا کر اٹھائیں، زخمی نگاہ بیٹے پہ ڈالی، اطہر کا حلق کڑوا ہوا تھا۔

انجوائے مین، وہ پھیکا سا مسکرا کر اندر کی طرف چل دیں۔

مام !اس کی آواز پہ وہ پلٹی۔

pain start's healing son

وہ مسکرائیں اور اسے حیرت میں مبتلا کر گئی تھیں۔

وہ تذبذب کا شکار ہوا، اس نے محسوس کیا اس کی گردن پہ پسینہ آیا تھا، اس نے گردن پہ ہاتھ پھیرا تو سامنے وہ نظر آئی پردے ہوا سے ہل رہے تھے اس کے روم کی کھڑکی کھلی تھی، وہ شاید بال سکھا رہی تھی، اس نے بالوں کو ایک طرف سے ڈھلکا کر دوسری طرف کئیے، اطہر نے فورا رخ موڑا، پھر پینٹنگ کو دیکھا، سٹینڈ سے پیج نکالا، ہونٹ بھینچے، اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔45

وہ اسے سراب سمجھ کر بھولنے کی کوشش کرنے لگا، دل کا ایک کونا وہ ضبط کر چکی تھی مگر وہ کسی کا حق نہیں چھین سکتا تھا۔

کبھی کبھی وہ اسے مسکراتی سبز انکھیں دکھائی دیتی تھیں، تھوڑی چبھن ہوتی مگر وہ چپ رہا تھا، سیڑھیوں پہ اگر ٹکرا جاتا تو سائیڈ ہو کے اسے راستہ دیتا اور پھر زندگی مصروف ہونے لگی۔

سب ڈاکومنٹری بنانے میں مصروف تھے۔

مقابلہ شروع ہو چکا تھا، دو دو کے کپل بن چکے تھے، ذمارہ اور توحید ایک گروپ میں تھے، اطہر کو توحید ویسے بھی کچھ خاص پسند نہیں تھا۔

اس نے ڈاکو منٹری وائلڈ لائف پہ بنائی تھی، مگر جو ڈاکو منٹری سب کو پسند آئی تھی وہ وحید اور ذمارہ کی تھی، جو غزہ، رفع پہ تھی، جس میں بائکاٹ سے لیکر ہر چیز کو بہت باریکی سے بیان کیا گیا تھا، ڈاکو منٹری ختم ہوئی تھی سب کی انکھیں نم تھیں، تب ہی کلاس کی خافظ احمد نے فلسطین کے لئیے خصوصی دعا کی۔ وہ بے سدھ نظریں جھکا کر بیٹھا رہا، ذمارہ نے اسے دیکھا اسے بالکل اچھا نہیں لگا، یوں دعا کے دوران اس کا یہ انداز۔ اس نے طے کیا وہ اطہر سے بات کرے گی۔۔۔۔ 46

کلاس خالی ہو چکی تھی، توحید ذمارہ سے کچھ ڈسکس کر رہا تھا، وہ بیگ پیک کر رہی تھی جب توحید ایک دم اس کے پیچھے آیا،

وہ پلٹی تو سیٹ سے جا لگی۔

تو توحید کی کیا کر رہے ہو دور! وہ اس کے نقاب کی طرف ہاتھ لے جا رہا تھا جب ذمارہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں زمارہ جسٹ ونس تمھارا فیس دیکھنا ہے! وہ نقاب کی طرف ہاتھ بڑھاتا، اس نے زبردستی انکھیں بند کیں، مگر کسی نے اس کا بازو دبوچ کر پیچھے کیا، ذمارہ کو سخت آنکھوں سے دیکھ باہر جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے زرا دیر نہیں لگائی فورا باہر گئی، اس کا تنفس خراب ہوا تھا۔

تمھارا دماغ سیٹ ہے اطہر؟ توحید نے اسے جھٹکا دیا۔

فیحال تو ہے لیکن اگر تم باز نہ آئے تو تمھارا سسٹم میں خود اپڈیٹ کروں گا آئی سمجھ! وہ کڑک دار لہجے میں اس کو دھمکی دے کر بولا۔

اور تم یہ کس حق سے بول رہے؟ وہ استھزا اسے بولا۔

گارڈئین اینجل کا نام تو سنا ہو گا، وہ کھل کے مسکرایا تھا۔

کم آن! توحید نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

یو کم آن برو چھے فٹ کا فاصلہ! وہ اس کا شانہ تھپک کے بولا، اس کو خونخوار نظر سے نوازتا وہ باہر نکلا تو ایک سیڑھیوں کے پاس کونے میں وہ دکھائی دی۔۔؟۔۔۔۔۔؟۔47

اس نے ضبط سے انکھیں بند کیں! پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا وہ اس کی طرف گیا۔

وہ تنگ نہیں کرے گا اب! وہ نہیں پلٹی تھی، وہ پہلی سیڑھی پہ قدم رکھنے لگا پھر وہیں رکا۔

نظر اٹھا کر اسے دیکھا، جو اپنے پیروں میں دیکھ رہی تھی۔

چلیں؟ مٹھیاں بھنچ گئیں تھیں، توحید دوسری طرف سیڑھیوں سے اترنے لگا ایک سرسری نظر توحید پہ ڈال وہ تھوک نگل گئی۔ وہ اوپر آیا، اس کے بیگ کو پکڑ کر اسے ساتھ لانے لگا جب اسے لگا وہ خود چل رہی تو آہستہ سے بیگ چھوڑ دیا۔

یہ کسی کو بتایئے گا مت اطہر، سیڑھیوں پہ وہ رکی تھی۔

میرے ایریا میں پانچ مساجد ہیں ابھی جا کر اعلان کرواتا ہوں، وہ خفگی سے بولا تو وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

مجھے پتا ہے تم ایسا نہیں کرو گے ! وہ اس کے ہم قدم ہوئی۔

ظاہر ہے اعلان کے بھی پیسے لگتے ہیں اور پیسوں کا سن کہ میرا دل ڈوبنے لگتا ہے، وہ پینٹوں میں ہاتھ ڈال کر بے نیازی سے بولا تھا۔

آئی ٹرسٹ یو ! اس کے لفظوں نے قدم زنجیر کیئیے۔

وائے ؟ وہ پھیکا سا مسکرایا۔

کوئی میرا گارڈئین اینجل ہے نا، اور وہ جینٹل مین بھی ہے تب ! وہ مسکرائی۔

بی بریو زمارہ، دنیا کمزور لڑکیوں کو زندہ کھا جاتی ہے، سفاک ہیں یہاں کے لوگ، عورت کے پاس پیسا نہ بھی ہو ایک چیز ہوتی ہے عزت اور اگر کوئی تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے تو اپنے اندر کا بھیڑیا جگا دو، شیرنی بن کے زندگی گزارو، وہ اسے نصیحت کر رہا تھا۔

یہ والا اطہر برا نہیں ہے، وہ اب گراؤنڈ میں اچکے تھے۔

وہ والا بھی برا نہیں تھا بس حالات نہیں مل رہے تھے، حالات کے مارے لوگ یو نو، وہ پھیکا سا مسکرایا۔

وہ رہیں آپ کی چیونٹیاں جاؤ! وہ منشاہ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

بیڈ مینرز! وہ خفا ہوئی۔

نملتہ، وہ مسکرا کر پلٹا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔۔۔۔۔48

زینب سر پہ ٹاول لپیٹ کر کمرے میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ ذمارہ چھت کو تکے جارہی تھی۔

الروح تمیل لمن یقا سمھا، التعب والحزن، امافی الفرح، وہ فی کل الناس احباب۔۔

کچھ سنے سنائے جملے کانوں میں رقص کرنے لگے، اس نے انکھیں بند کیں۔

روح اس کی طرف ہی جھکتی ہے جو تھکن اور غم بانٹتا ہے خوشی میں تو ہر کوئی دوست ہوتا ہے، آواز گہری ہوئی تھی، کانوں میں جیسے سر محسوس ہوا۔

وہ اس کے شانے پہ سر رکھے تھا۔انسو زمارہ کے گھٹنے پہ گر رہے تھے۔

حبیبی الروحی ! زمارہ نے اس کی پیشانی سے بال پیچھے کئے، وہ زمارہ کے گھٹنوں پہ سر رکھ گیا تھا، وہ ایک صوفے پہ بیٹھی تھی، جو تھوڑا ٹوٹ گیا تھا اور وہ عربی نفس اس کے پاس قدموں میں اس کے ہاتھ پکڑے، سارے آنسو زمارہ کے گھٹنے پہ گر رہے تھے۔

زمارہ نے اس کی پشت پہ ہاتھ پھیرا پھر سر وہیں ٹکا کر اس کے بالوں نیں میں انگلیاں چلانے لگی۔

اثمار ! اس نے نرمی سے اسے آواز دی۔

ہمم، وہ بنا سر اٹھائے بولا۔

کم رویا کرے انکھوں کی بینائی چلی جائے گی ! وہ خود رو دی۔

توتم کیا پھر کسی اور سے شادی کرلو گی؟ وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

روح کے حصے نہیں ہوتے! وہ اس کے بالوں پہ لب رکھ کر بولی۔

میں تمھاری روح ہوں؟ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

آپ میری کائنات ہیں، میری روح کا حصہ میں آپ پہ قربان! وہ اس کے ہاتھوں کو انکھوں سے لگا کر بولی۔ وہ مسکرایا۔

فرض کرو میں سچ میں اندھا ہو گیا، ؟ وہ اسے تنگ کر کے بولا۔

میں پھر بھی آپ کی وفادار! وہ مسکرائی، وہ اس کے ماتھے پہ مہر ثبت کر گیا۔۔۔۔۔۔ 49،

سو رہی ہو؟ زینب نے اس کا بازو ہلایا۔

ہاں؟ نہیں وہ بس ایسے ہی، ! وہ اٹھ بیٹھی۔

زرا میرے سر میں درد ہے ذمارہ دبا دو گی؟ وہ سر پکڑ کر بولی۔

درد کیوں! ذمارہ فورا سیدھی ہوئی۔

شور بہت ہے ناں! زینب نے نرمی سے کہا۔

کیا بات کر رہی ہو زینب، شور تو فلسطین میں تھا، یہاں کون سا شور؟ وہ حیران ہوئی تھی۔

آوازیں پیچھا نہیں چھوڑتیں زمارہ، دنیا کی آوازوں سے زیادہ ذہن کی آوازیں انسان کو کھا جاتی ہیں! وہ گھمبیر لہجے میں بولی پھر زمارہ کے اگے سر کر دیا، سہنرے بال کمر پہ لہرائے۔

زمارہ چپ تھی خاموش تھی، اس نے جواب ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی

۔

زیادہ درد ہے؟ زمارہ نے ہاتھ نرمی سے چلاتے ہوئے پوچھا۔

بے تحاشا! آنسو چہرے سے ڈھلکنے لگے۔

کچھ چھپا رہی ہو زینا! وہ گڑ بڑا کر بولی۔

سر دباؤ مارہ بہت درد ہے، وہ رونے لگی تھی بے آواز۔

زمارہ نے بحث کرنے سے بہتر چپ ہونا جانا 50

اگلے دن زینب یونیورسٹی نہیں گئی طبیعت ناساز تھی، اس نے کہاوہ بھی رک جائے مگر، زینب نے منع کر دیا۔

اس کو کھانا کھلا کر وہ روم بند کر کے اچکی تھی۔

وہ سڑک پہ پہنچی تو سامنے سے اطہر بھی نکل رہا تھا، اطہر نے اسے دیکھا پھر مسکرایا۔

یونیورسٹی پاس ہی تھی، دس منٹ کی مسافت پہ۔

اے آئی؟ اطہر نے ساتھ چلنے کی اجازت مانگی، ذمارہ نے اثبات میں سر ہلایا وہ ویسے بھی اکیلے کمفرٹیبل نہیں تھی۔

زینب نہیں آئیں؟ اطہر نے پوچھا،

ٹھیک نہیں ہے! یک لفظی جواب،

اللہ تعالیٰ صحت دیں! وہ اس سے کچھ فاصلے پہ چل رہا تھا۔

آمین، وہ اہستگی سے بولی۔

دل دھک دھک کر رہا تھا اطہر کے قدم بھاری تھے، وہ کیسے کسی اور کے ساتھ منسوب تھی۔

وہ اس سے تھوڑا اگے چلنے لگی۔ وہ وہیں جمنے لگا۔

وہ پلٹی! اس کی طرف دیکھا۔

آدھے راستے میں چھوڑنے والے تھے؟ اس کی آواز پہ وہ جیسے ہوش میں آیا

۔

پھر تیزی سے اس کے ہم قدم ہوا۔

نہیں وہ دیکھ رہا تھا میں پیچھے رہ گیا تو آپ آواز دیں گی یا آگے بڑھ جائیں گی؟

وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

اور اگر میں آواز نہ دیتی تو! وہ نارمل لہجے میں بولی۔

تو میں وہیں ٹھہر جاتا، قدم روک دیتا، آپ کی طرف نہ بڑھتا، نہ جانے کس جذبات کے تحت اس نے کہا۔

آوازوں کے انتظار میں نہ رہا کریں اطہر صاحب، آوازیں دب جائیں گی انتظار ختم نہیں ہو گا! وہ سنجیدہ بولی۔

صیح کہہ رہی ہیں! وہ اثبات میں سر ہلا دیا۔

اب رستہ خاموش ہو گیا تھا، آوازیں دب چکی تھیں۔۔۔۔۔51

گریٹ بھائی تو جینئس ہے اس بار بھی ٹاپ پہ ہے! حمزہ بھاگ کے اطہر کی طرف آیا جو طلحہ کے ساتھ محو گفتگو تھا، اطہر نے اسے دیکھا پھر مسکرایا۔

یار کاش میں بھی تیری طرح لائق فائق ہوتا تو نوٹس بورڈ پہ میرا نام چھپتا اور یونی کی ہر لڑکی، یوں کر رہی ہوتی۔

اومائی گاڈ حمزہ یو آر جینئس، حمزہ نے لڑکیوں کی طرح انکھیں مٹکا کر منہ بنا بنا کر کہا پھر اچھل کے ان کے درمیان نچلی سیڑھی پہ بیٹھ گیا دونوں بازوان دونوں کے گھٹنوں پہ پھیلائے۔

بھائی تیری بندی تو تجھ پہ فخر کر رہی ہو گی! طلحہ نے کہا۔

طلحہ آئندہ ایسے مت کہنا، وہ شادی شدہ ہے! اطہر نے کڑک لہجے میں کہا۔

واٹ، طلحہ کے ساتھ حمزہ بھی چونکا تھا۔

ہمم، اس نے ہونٹ بھینچے پھر ہاتھ باہم جوڑے اور پھیکا سا مسکرایا۔

چل بھائی کوئی بات نہیں ہمارا دل بھی بہت بار ٹوٹا ہے! حمزہ نے اس کے گھٹنے کو دبا کر کہا۔

مجھے پہلی بار کوئی لڑکی اچھی لگی وہ بھی نصیب میں نہیں! کرب سے کہا تھا۔ طلحہ نے اس کا شانہ دبایا۔

ایسا کیوں ہوتا ہے ہمیں وہ لوگ کیوں نہیں ملتے جو ہمیں پسند ہوتے ہیں۔۔ وہ زکام بھرے لہجے میں بولا۔

یہاں سب کو سب کی پسند نہیں مل سکتی بھائی، تم کہہ رہے وہ شادی شدہ ہے کیا وہ اس کو پسند کرتی ہے؟ طلحہ نے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوں تو اس کے محرم کا عشق چھلکتا ہے، پسند بہت چھوٹا لفظ ہوگا شاید وہ اسے روح میں اتار چکی ہے، تب ہی اس کی نگاہ کہیں اور نہیں اٹھتی۔ وہ کسی دیوانے کی مانند بول رہا تھا۔

خوش نصیب ہو گا اس کا شوہر! حمزہ نے بے ساختہ تبصرہ کیا۔

بہت، وہ روانگی میں بولا، میں اس سے جل رہا ہوں ویسے! وہ معصومیت سے بولا۔

کسی کی خوشیوں سے جلتے نہیں ہیں اطہر تمھیں اگر وہ اچھی لگی تھی تو اس کے لئیے دعا کرو کہ وہ خوشیاں سمیٹتی رہے، اطہر نے اس کے کندھے پہ گرفت بڑھا کر کہا۔

آمین، وہ مسکرایا۔

چلو یار اب اٹھو ابا جان کی یونیورسٹی نہیں ہے، کلاس کا وقت ہے، حمزہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

شکر ہے ابا کی نہیں ورنہ یہاں بھی کہتے تا سو خر بچہ! طلحہ نے پشتون ٹون میں کہا تو اطہر اور حمزہ ہنس دیئے۔۔۔۔52

اسلام و علیکم مام ڈیڈ! دروازہ کھولا تو اطہر نے تھکے لہجے میں اندر جاتے ہوئے کہا۔

وعلیکم السلام! وہ مسکرائیں۔وہ بھی مسکرایا۔

تھک گیا میرا بیٹا، !انھوں نے اس پانی کا گلاس پکڑایا جو صوفے پہ بیٹھ کے جوتے نکال رہا تھا۔

بس کام ہی اتنا ہے! وہ پھٹے سیدھے کرتے بولا۔

ربانی صاحب ٹراوزشرٹ پہنے ٹی وی کے اگے بیٹھے گفتگو سے بے نیاز تھے۔

اطہر نے ماں کی طرف اشارہ کیا انھوں نے اشارہ اسے چپ رہنے کا کہا، وہ جانتی تھی بیٹے کو صلواتیں سننی پڑیں گی، شوہر کے چڑ چڑے لیکچر سن کر اس لئیے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ کھانا کمرے میں ہی لا رہی ہوں۔

وہ مسکرایا اور ٹھنڈی سانس لیتا کمرے میں چلا گیا، کتنا ارمان تھا باپ کے ساتھ وقت گزارنے کا، یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔۔۔ 53

آج پھر کچھ ہوا ہے کیا مام! وہ سر میں ہاتھ پھیر کر بولا۔

ہمم تمھاری وہ شبنم آنٹی آئی تھیں انھیں دیکھ کر تمھارے ابا کو پھر سے ماضی یاد آگیا، وہ ہنسی تھی۔

آئی ڈونٹ لائیک ہر! وہ منہ بنا کر بولا۔

می ٹو! وہ مسکرا کر اس کے منہ میں نوالا ڈالنے لگیں۔

ویسے دادو نے زیادتی نہیں کی آپ کے ساتھ؟ اطہر نے نوالا حلق سے اتارا۔ تمھاری دادو کی اکلوتی یتیم بھانجی تھی میں اور تمھارے ابا ان کے اکلوتے بیٹے، ان کی مجھ سے شروع سے ہی نہیں بنتی تھی کبھی میرے نوٹس پھاڑ دیتے کبھی کیا تو کبھی کیا، بہت زچ کرتے تھے۔ وہ پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھا کر بولیں۔

تو آپ نے میرے ابا سے بدلہ لینے کے لئیے شادی کی؟ وہ محظوظ ہو کے بولا۔

ھاھاھا! لڑکے اپنی ماں پہ شک کر رہے ہو، تمھیں یقین ہونا چاہیے! وہ دونوں اب تالی مار کر ہنسے تھے۔

تمھاری دادی کو شبنم نہیں پسند تھیں، وہ لبرل تھیں بہت، آزاد خیال، دادو تمھاری نے بس روایتی عورتوں کی طرح اپنے بیٹے کو مجبور کیا اور مجھ سے گائے کو اس سخت کھونٹے سے باندھ دیا۔ وہ تاسف سے بولیں۔

اور میں خود کو درست ثابت کرتے کرتے تمھیں وقت نہ دے سکی، ایم سوری! وہ شرمندہ ہوئیں۔

بٹ آئی سٹل لو یو! وہ مسکرایا۔

ماں باپ سے بھی نفرت ہو سکتی ہے؟ وہ اس کے گال چھو کے بولیں۔۔

ہوں؟ وہ چونکا اسے کچھ خیال آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔54

فلیش بیک

حمزہ! یہ کیا ہے، اطہر نے حمزہ کے سامنے اس کا رزلٹ کھولا۔

کیا ہے؟ وہ لاپرواہی سے بولا۔

وہ کلاس میں تھے، سب نے ٹولیاں بنائی ہوئی تھیں۔

چلو میرے ساتھ ! وہ اسے دبوچے اپنے ساتھ یونیورسٹی کے احاطے میں لے گیا طلحہ جو دوستوں کے ساتھ اسائنمنٹ بنا رہا تھا انھیں دیکھ وہاں سے اٹھ کر ان کی طرف گیا۔

حمزہ نے بازو چھڑانے کی کوشش نہیں کی اور اس کے ساتھ چل دیا۔جوان کی طرف دیکھ رہا تھا حمزہ ہنس رہا تھا تا کہ نارمل۔۔لگے۔

پچھلے حصے میں پہنچ کر اطہر نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا۔

اور پھر رکھ کر اسے تھپڑ سیدھا منہ پہ دیا۔طلحہ ہانپتے وہاں پہنچا۔

بھائی وہ! طلحہ نے کچھ بولنا چاہا۔

بیچ میں مت آنا فوکسی ! وہ اسے تنبیہ کرتے بولا۔

یہ کیا ہے !اس نے حمزہ کا بازو کھینچ کر طلحہ کے سامنے کیا۔

کچھ نہیں ہے یار ایسے ہی ٹرائی کر رہا تھا جسٹ اے ٹرائے، بازو پہ کٹ تھا شاید بلیڈ سے کاٹا گیا ہو۔

طلحہ نے ملامت بھرے انداز میں اسے دیکھا۔

ایک اور مار اطہر میری طرف سے بھی! وہ منہ پھیر کر بولا۔

آر یو میڈ! اطہر نے حمزہ کا گریبان دبوچا۔

ہاں ہو گیا ہو پاگل! ہو گیا ہوں کیا کروں اب، ہیں، یہی راستہ نظر آتا ہے،

اب کی بار اس کی نرم آواز نہ جانے گرڑک کر گونجی تھی۔

پھر اس نے اطہر کا بازو جھٹکا اور پیچھے ایک سیڑھی پہ ٹانگ لمبی کر بیٹھ گیا۔

تنگ آگیا ہوں میں سب سے! وہ بڑبڑایا۔

اطہر نے طلحہ کو دیکھا، طلحہ نے اسے۔

پھر خاموشی سے اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔۔۔۔۔۔55

میرا باپ نشہ کرتا ہے، مجھے سخت نفرت ہے میرے باپ سے اس لئیے نہیں کہ وہ نشہ کرتا ہے اس لئیے کہ وہ قاتل ہے اور دوسری نفرت میں کرتا ہوں خود سے۔

میں ایک بیٹا تھا، لاڈلا، ابا کو مجھ سے پیار تھا مگر مجھے نہیں ہوا۔ ابا میرے سامنے میرے ماں کو مارتا، گالیاں دیتا تھا، میری ماں لوگوں کے گھروں میں

کام کرتی تھی، مگر وہ پیسے چھین لیتا، میری بڑی بہن اگر ماں کی ڈھال بنتی تو وہ بھی پستی، مرد اتنا ظالم کیوں ہے؟ وہ تاسف سے بولا۔

اطہر نے سر جھکا لیا وہ کیا کہتا، مرد ہاتھ سے نہ مارے اپنے ایکسپریشن سے مار دیتا ہے، وہ اپنی ماں کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا تھا۔

طلحہ چپ ہوا۔

میری بڑی بہن نے کود کر جان سے دی کیونکی میرا باپ اسے سیٹھ پہ بیچ آیا تھا، اس عورت نے حرام موت کو ترجیح دی مگر عزت نہیں جانے دی، میری ماں بیٹی کے چالیسویں پہ چل بسی، میرے چچا نے میرے باپ کو روپوش کروا دیا کیونکہ میں باپ پہ رپورٹ کرنے والا تھا، مجھے پٹوایا گیا بتایا گیا، کہ باپ کے سامنے اف تک کہنا جائز نہیں، مگر یہ کیوں نہیں بتایا کسی نے میرے باپ کو کہ دو عورتوں کی جان لینا سے مرد مرد نہیں ہوتا، میں چپ ہو گیا، صبح سکول واپسی پہ شکور چچا کے ساتھ گاڑیوں کے ٹائرز میں ہوا بھرتا، گھر گھر نہ تھا، میں نے گھر کے کاغذ ڈھونڈے گھر بیچ دیا۔

خود ادھر آگیا۔

باپ کو ڈھونڈنے کی زحمت نہیں کی کیوں کرتا، وہ باپ نہیں قاتل تھا پر، پر وہ مر گیا، میرے باپ کو دفنا دیا، میرے باپ کو کندھا دینے والا میں نہیں تھا اطہر میں نہیں تھا، وہ رونے لگا اطہر نے اسے خود میں بھنچا۔

وہ سب میرے خواب میں اکر ڈراتے ہیں، بہن انصاف مانگتی ہے، ماں چپ ہے، باپ بلا وجہ مسکرا رہا ہے یہ سب تنگ کرتے ہیں مجھے اطہر بہت تنگ کرتے ہیں۔ وہ اس سے لپٹ کر رو رہا تھا۔

اطہر اس کی پشت سہلا رہا۔ طلحہ نے دونوں کے گرد گھیرا بنایا۔

پر نم انکھیں، اور حمزہ کی سسکیاں احاطے میں آہستہ آہستہ مدھم ہو چلی تھیں۔۔۔۔۔۔56

آئیندہ ایسا مت کرنا حمزہ! طلحہ نے اسے ڈانٹا، اب وہ اٹھ کر نارملی کلاس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کیا بات ہے حمزہ بھائی لگتا ہے مسٹر او سی ڈی نے پھر پیٹا ہے ! فائق جو کلاس کا شرارتی لڑکا تھا، حمزہ سے ٹکر مار کر بولا۔

بیٹا تو ہٹ راستے سے ورنہ تیرے بھی پرزے فٹ کرے گا، حمزہ نے اس کے شانے پہ بازو پھیلا کر اسے یوٹرن کیا۔

لے بھلا میرے پرزے کیوں ؟ وہ بازو ہٹا کر بولا۔

کیونکہ ابھی جو کر کرے کے ریپر تم نے اس کی سیٹ پہ پھینکے ہیں، وہ اس نے کھڑکی سے دیکھ لیئے تھے آتے ہوئے، زرا پلٹ کر دیکھو کیسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا ہو گا، فائق پیچھے مڑا وہ نارمل کلاس کے اگے کھڑا تھا۔

اب وہ اندر جائے گا بس دیکھتے جاؤ، حمزہ کا کہنا تھا کہ اطہر اندر گیا۔

چلا گیا، فائق نے گھبراتے ہوئے کہا۔

اب وہ غصے سے باہر ائے گا ادھر ادھر دیکھے گا؟ حمزہ نے اسے ڈراتے، ہوئے کہا۔

آیا! فائق نے دیوار سے لگتے ہوئے چھپ کر اسے دیکھا۔

اب جاؤ وہاں سے کچرا اٹھاو ورنہ وہ تمھیں سیدھا کرے گا، غصے کا بہت تیز ہے وہ! وہ اس کے کان میں ہو کر بولا۔

تھینک یو بھائی میں ابھی جاتا ہوں، فائق جلدی سے وہاں سے گیا۔

اطہر مزے سے بک پڑھ رہا تھا، فائق چونکا، پھر آہستگی سے اس کے پاس گیا۔

ہیلو اطہر یار وہ ادھر کچرا، اس نے گھبرا کر کہا۔

وہ تو میں نے ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ اطہر نے آرام سے کہا۔

آہاں؟ فائق نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا جہاں حمزہ اشارے کر رہا تھا کہ سوری کرو ورنہ وہ مارے گا۔

سوری بھائی وہ غلطی سے! فائق نے معصومیت سے کہا۔

اطہر نے نظر اٹھائی۔

میں نے جان بوجھ کر نہیں پھینکا تھا، وہ ایک دم ہڑبڑا کر بولا۔۔

فائق بھائی تم کیا کہہ رہے ہو یار مجھے کتاب پڑھنے دو کچرا ہی تھا پھینک دیا اب کیا کھاتہ کھولو گے؟ وہ سٹپٹا کر بولا۔

فائق نے غصیلی نظر کھڑکی سے باہر ڈالی مگر حمزہ وہاں نہیں تھا۔

ہیو آ گڈ ڈے! وہ اطہر کو کہتا کلاس سے نکلا اب حمزہ کی خیر نہیں تھی۔۔۔۔57

فلیش بیک۔

وہ لڑکی کون تھی اطہر! وہ ماں کی گود میں سر رکھے تھا۔

.مسافر! وہ اہستگی سے بولا

کہاں کی! وہ نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگیں۔

یادیں دے گی اور چلی جائے گی ماں! اس نے پہلی بار ماں کہا تھا۔

یادیں کیوں؟ وہ چونکی۔

مسافر یادیں سے بھی نکل جاتے ہیں ماں! وہ عجیب سے ہنسی ہنسا۔

مسافر ہو تو نکل۔ جاتے ہیں مگر دل کا خیال کرنا بیٹے، دل سے ٹکرانے والے لوگ یادوں سے نکل نہیں پاتے، وہ ماں تھیں دور اندیش۔

وہ میر ڈھے ہے! ٹھہراؤ، جملوں کو جذبات بنا رہا تھا۔

وہ سیدھا ہوا۔ اٹھ بیٹھا ماں کے ہاتھوں کو سیدھا کیا۔

غور سے لکیریں دیکھنے لگا۔

انکھوں سے پانی ٹپک کر ہتھیلی پہ گرا۔

اطہر! انھوں نے تاسف سے اسے دیکھا۔

میں نے یہ نہیں چاہا تھا کہ میں اس سے محبت کر بیٹھوں، ہو گئی ماں، اب اذیت بن گئی ہے، وہ تھوک نگل کر بولا۔

اطہر، وہ اس کا چہرہ اٹھا کر اس کی انکھوں میں دیکھنے کی سعی کرنے لگیں۔

وقت لگے گا بھول جاؤ گے! وہ مسکرائی۔

ڈیڈ شبنم آنٹی کو بھولے! وہ زخمی سا مسکرایا۔

وہ چپ ہوئیں پھر خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے چلی گئیں وہ سر تکیہ پہ

رکھ کر اوندھے منہ لیٹ گیا۔۔۔۔58

سینٹورس سے باہر نکل تو طلحہ کی کال تھی،اس نے فون کان سے لگایا۔

ہیلو ؟اس نے پرفیوم کا پیکٹ ہاتھ میں لیا۔

بھائی کہاں ہے یار ! طلحہ کی آواز گونجی۔

قبر میں لیٹا ہوں، آ کے مٹی ڈال لو ! وہ نخوت سے بولا۔

بھائی مٹی کے بعد پلستر کے لیئے مستری بھی منگوالوں ! یا قبر کچی ہی چھوڑنی

ہے۔وہ جل کر بولا۔

کام کی بات کرو ! وہ اب گاڑی لہ طرف آیا تھا۔

پیسے چاہئیں یار، پچاس ہزار چھوٹی کی شادی ہے کچھ تحفہ دینا چاہ رہا ہوں !

۔وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر بولا۔

یار اکاؤنٹ میں تو نہیں ہے وہ میں نے غزہ کے لیے ڈونیٹ کر لیئے گھر سے

لے آؤں گا کل ! وہ گاڑی سٹارٹ کر کے بولا۔

تھینکس یار! وہ مشکور انداز میں بولا۔

نیور مائینڈ! وہ شانے اچکا کر کال بند کر گیا۔۔۔۔۔59

اگلی سیٹس پہ زینب، ذمارہ اور منشاہ بیٹھی تھیں۔ حمزہ فون میں لگا تھا، طلحہ سر پکڑ کر نوٹس میں گھسا ہوا تھا۔

جبکہ اطہر بک پڑھ رہا تھا۔

زینب ذمارہ کے کان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ غور سے سن رہی تھی۔ منشاہ نے سامنے بے نیازی سے بیٹھے حمزہ کو دیکھا، دل میں شر مندگی کا احساس ہوا۔

نظر جھکا گئی۔ اچانک حمزہ نے نظر اٹھائی وہ اسے پہ دیکھ رہی تھی وہ پھیکا سا مسکرائی حمزہ نے ناگواری سے فون میں دھیان لگا دیا، منشاہ کے دل میں چبھن ہوئی۔

سوری کرنا چاہیے، وہ زیر لب بولی۔

حم! وہ اس سے پہلے آواز دیتی پروفیسر اچکی تھی، اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ حمزہ اس کو بنا دیکھ کر محظوظ ہوا تھا۔۔۔60

کلاس ختم ہوئی، سب بیگ سمیٹنے لگے، اطہر نے پھر سے بک کھولی، وہ محو ہوا، ذمارہ اٹھی مگر سیٹ پہ کیل سے اس کا عبایا پھٹ گیا، اس نے افسوس سے اسے دیکھا اطہر نے اسے دیکھا وہ ایک دم دکھی ہوئی تھی،۔

اطہر خاموشی سے نکل آیا، وہ فری تھا اس لئیے یونیورسٹی سے جلدی آگیا، آکر وہ سیدھا شاپنگ سینٹر گیا تھا، اس نے عبایا دیکھا رنگ برنگے برقعوں میں اسے کالا رنگ ہی پسند آیا اس نے پیک کروایا، گھر لے جانا ایسے مناسب نہ تھا اس نے منشاہ کے ہاتھ بھجوانا تھا، وہ خالہ کے گھر چلا گیا۔

دروازہ منشاہ نے کھولا، خیر ہے بھائی میں یونیورسٹی میں مل چکی تھی! وہ اس کے آنے پہ جلیس ہوئی کیونکہ وہ اس کی ماں کا لاڈلا تھا۔

جل ککڑی سائیڈ ہٹو، خالہ کدھر ہیں، وہ اس کے ماتھے پہ انگلی سے مار کر بولا

۔

یقیناآپ گھر نہیں گئے ہوں گے ورنہ آپ کو پتا ہوتا کہ مما آپ کے گھر ہیں، وہ چبا کر بولی۔

ہمم گھر تو میں واقعی نہیں گیا یار! وہ صوفے پہ بیٹھ کر بولا۔

پانی لاؤں! وہ ڈھیلا ڈھالا سا جوڑا بنا کر بولی۔

نیمو پانی پلیز! وہ ہلکا سا مسکرایا۔

خالو کہاں ہیں! وہ پوچھنے لگا۔

اوپر ہیں، اس نے چھت کی طرف اشارہ کیا۔

اچھا میں کام سے آیا تھا منو کرو گی؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 61

اسے برا لگے گا بھائی، وہ اس کے سامنے صوفے پہ بیٹھی تھی، خالو نیچے آ گئے تھے، وہ اب کچن میں اپنے لئیے کافی بنا رہے تھے وہ بول نہیں سکتے تھے،۔

اس لئیے تو تمھیں دے رہا ہوں! وہ سنیجد گی سے بولا۔

ہمم، وہ ہونٹ بھینچ گئی۔

بدلے میں مجھے کیا ملے گا! وہ طمع سے پوچھنے لگی۔

حمزہ سے معافی! وہ انکھیں پوری کھول کر بولا۔

انسان معاف کیوں نہیں کرتے، وہ افسردگی سے بولی۔

معافی غلطیوں کی ہوتی ہے، تم نے اسے فضول میں تھپڑ پڑوایا الینہ سے بے شک پرینک تھا مگر کسی کو بلاوجہ اذیت دینا یہ سوچے بغیر کہ وہ پہلے سے اذیت میں ہے، انتہائی برا عمل ہے۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا، اس نے بازو اوپر کیئے۔

پھر اٹھنے لگا، وہ نسواری رنگ کی شلوار قمیض پہنے تھا ایک بات کہنی ہے بے شک ہمارا بہت سے لوگ دل دکھاتے ہیں، مگر شاید ہم نے بھی کسی کا دل دکھایا ہو، اس لئیے سب کو معاف کر دیا کریں یہ سوچ کے کہ شاید ہمیں بھی معاف کر دیا جائے۔ منو سوری کر لینا، اب میں چلتا ہوں۔ وہ اٹھا۔ اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ وہ خاموش تھی۔

اور ایک بات یاد رکھنا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا مسلئہ نہیں بناتے زندگی مشکل ہو جاتی ہے لوگ کہیں دور چھوٹ جاتے ہیں، راستے اکیلے ہو جاتے

ہیں، سنسان ہو جاتے ہیں، دل پتھر ہو جاتے ہیں، کوئی چیز بری لگے تو پناہ مانگو، معاف کرنے میں اور معافی مانگنے میں پہل کرو، سب خاک ہیں، سب نے خاک میں ملنا ہے یہ عارضی انائیں، کھوٹے سٹینڈرڈ، یہ سب یہی رہ جانا ہے معاف کرو اور آگے بڑھو، کل ہو نہ ہو۔۔۔وہ خالو کو خدا حافظ کہنے کمرے میں گیا پھر واپس خاموشی سے اسے بیگ تھما کر نکل آیا

62۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زمارہ نے سکیچ بک کھولا ہوا تھا وہ کچھ ڈرا کر رہی تھی، وہ گراؤنڈ نیں میں گھاس پہ بیٹھی تھی منشاہ کوئی بک پڑھ رہی تھی زینب اسے سن رہی تھی، الینہ اپنی دوستوں کے ساتھ وہاں سے گزرنے لگی، نخوت سے اسے دیکھا، پھر دوستوں کو جانے کا بول اس کے پاس آئی۔

ہیلو زمارہ! وہ کالے کرتے کے نیچے کھلا سا گرے فلیپر پہنے ہوئی تھی چھوٹا سا سٹالر ساتھ میں لیا ہوا تھا وہ خوب صورت تھی، ہلکا پھلکا میک اپ تھا اب وہ

ہلکا ہلکا میک اپ کرنے لگی تھی شروع میں بہت کرتی تھی سب اسے میک اپ آنٹی کہتے تھے،۔

آسلام و علیکم ،! وہ بدقت مسکرائی۔

یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟ وہ اس سے جگہ مانگتے بولی۔

شیور! اس نے کاغذ ایک سائیڈ کیئیے۔

واؤ تمھیں ڈرائنگ بھی آتی ہے؟ وہ اس کا سکیچ دیکھنے لگی، وہ کچھ عجیب سا تھا، مسجد کا منظر تھا، کوئی عورت پنجرے میں تھی اس کے کپڑوں پہ خون تھا، یہ کیا بناتی ہو زمارہ! میرے تو دل کو کچھ ہو گیا! اس نے جلدی سے کاغذ دور کیا۔ سر کو جھٹکنے لگی دائیں بائیں کرنے لگی۔

زمارہ مسکرائی، ایک کاغذ پہ دیکھ کہ آپ کا یہ حال ہے آپ اس آگ میں ہوں تو کیا حال ہو! وہ پھیکا سا مسکرا کر بولی۔

آگ! الینہ نے زیر لب کہا۔

آگ ہی تو ہے شام و فلسطین میں، اس نے آہ بھر کر کہا۔

الینہ کو اس سے پل بھر کو ہمدردی ہوئی،

آپ لوگ کیسے برداشت کرتے ہوں گے! اس نے تاسف بھرے لہجے میں پوچھا۔

برداشت غلط چیزوں کو نہیں کیا جاتا، ہم لڑتے آرہے ہیں، ہم جانیں بچانے کے لئیے بھاگتے ہیں یہ دنیا کہتی ہے ہم بقاء کے لئیے بھاگتے ہیں، کیونکہ ہم we will set our accounts طاقت میں آئیں گے،

،اس نے طنزیہ لہجے میں آسمان کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔۔۔than,,63

ٹی وہ سکرین روشن تھی، فٹ بال کا میچ شروع تھا، اطہر، طلحہ، فائق حمزہ، کلاس میں بیٹھے میچ دیکھ رہے تھے۔

گیم سٹارٹ ہونے سے پہلے ملکوں کی لڑکیاں پرفارم کرنے لگیں، کیمرہ بار بار کھلاڑیوں پہ لگایا جارہا تھا۔

رونالڈو پہ کیمرہ نے فوکس کیا، تو طلحہ اور حمزہ خوشی سے اچھلے۔

یہ رہا شیر! فائق نے چہک کر کہا۔

تم لوگوں کو یہ کیوں اچھا لگتا ہے! اطہر نے پوچھا. !

میں تو صرف فلسطین کی وجہ سے پسند کرتا ہوں، ہو گا رونالڈو بہترین کھلاڑی میں ایک نان مسلم سریا کے لئیے آواز اٹھاتا ہے تو مجھے بہت پسند ہے، طلحہ نے دکھی لہجے میں کہا۔

میں آپ کی بات پہ متفق ہوں، فائیق نے کہا! فائیق ان کا جونئیر تھا، مگر دوستی اچھی تھی۔

میں نے کئ بار دیکھا ہے، وہ اسرائیل کے نمائیندے سے ہاتھ نہیں ملاتا اور شام کے بچوں کو حوصلہ دیتا ہے جب کہ ہمارے ملک کے لوگ، ماشاءاللہ ان کے ایونٹس ہی ختم نہیں ہوتے، نت نئے فیشن شوز، ہوٹل اوپننگ میں ہوٹل کے نام پہ نازیبا لباس میں عورتیں اور زنانہ لباس میں ملبوس مرد! اب تو عورتوں مردوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے، طلحہ نے کہا، حمزہ کی نظریں فون پہ ہی تھیں،

چپ کرو یار میچ شروع ہونے کو ہے تم لوگ بس اب مذہبی مسلئے لے کر بیٹھ جانا! وہ نحوست سے بولا۔

حمزہ فلسطینی مذہب کا نہیں انسانیت کا معاملہ ہے، طلحہ نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

اٹھو طلحہ اپنے اندر کا مولانا باہر چھوڑ کر آؤ اور آکر میچ دیکھو اپنے مسائل نہیں ختم ہو رہے تم شام کو لے کر۔

اس سے پہلے اس کی بات مکمل ہونے پاتی طلحہ غصے سے اٹھ کر چلا گیا۔

حمزہ نے تعجب سے اسے دیکھا، اطہر نے نفی میں سر ہلا یا وہ میچ نہیں دیکھ رہا تھا، وہ بک میں سر دیئے ہوئے تھا۔

اب یہ پرائے ملک کی وجہ سے دوست سے ناراض ہو گا۔ حمزہ نے انکھیں بھینچ کر سر جھٹکا۔

بیت المقدس ہمارا ہے، مسلمانوں کا حمزہ، صرف ان کا نہیں ہے وہ اپنے حصے کی جنگ لڑ رہے ہیں جہاد کر رہے ہیں اور ہم؟ تم؟ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

حمزہ کے چہرے پہ شرمندگی کے تاثرات بلآخر نہیں پائے
گئے۔۔۔۔۔۔64
تمھارا ایمان مضبوط ہے کاش میں بھی تم جیسی ہو پاتی ! حسرت بھرے لہجے
میں الینہ نے کہا۔
everything has evolution ،
دل مارنے پڑتے ہیں، خدا کی خاطر دنیاوی خواہشات ترک کرنی پڑتی ہیں
اس کے اور اپنے درمیان خواہشات کا محل نہیں کھڑا کرنا چاہیے ! وہ آسمان
کی طرف دیکھ کر بولی، آسمان بادلوں سے ڈھکے ہوئے تھا۔
آپ صلی اللہ نے فرمایا، میری امت میں سے ایک قوم کا گروہ ہمیشہ غالب
رہے گا اور انھیں دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا، اس نے صبر کا مظاہرہ کرتے
ہوئے جملے ادا کیئیے، نظریں اپنے پیروں پہ ٹکی ہوئی تھیں، گھاس پہ چھوٹے
چھوٹے سفید پھول تھے، اس نے ایک پھول توڑا۔
وہ لوگ کون لوگ؟ الینہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

وہ مسکرائی۔ ہم، بیت المقدس کے لوگ اور بیت المقدس کے ارد گرد کے لوگ؟ الینہ کو حیرت ہوئی، اتنی شہادتیں ہو رہی تھیں، وہ پھر کیسے غالب تھے، اس نے حیرت سے سوچا، غالب رہنے کا مطلب فتح یاب ہونے کے علاوہ ڈٹے رہنا بھی تھا وہ بھول گئی تھی۔

جانتی ہیں الینہ! سبز انکھوں نے کالی انکھوں کو دیکھا۔

غزہ میں پرندوں کے پر ہیں مگر وہ ہجرت نہیں کرتے! وہ پوری شان سے مسکرائی تھی اس کا ایمان بڑھا تھا الینہ کو اس پہ رشک ہوا۔۔۔۔۔۔۔65 اطہر بک لئیے اس طرف بڑھنے لگا جہاں طلحہ اکیلا گم۔ صم۔ بیٹھا تھا وہ جا کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

ہم کیا جہاد کریں گے اطہر؟ ہم نے تو خود کو اس دنیاوی مٹیریلزم میں گم کر دیا ہے ہم وہ سسکیاں نہیں سن پا رہے! ہم نہتے خون میں لت پت بچے دیکھ رہے ہیں، ہم اتنے بے حس ہو گئے ہیں یار شرم آتی ہے مجھے خود سے! قہ

جذبات میں بہہ گیا تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں، یہ ایک مسلمان کے جذبات تھے۔

اطہر نے ٹھنڈی سانس بھری پھر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

بے بس کہیں ہم بھی رہے
لڑتے بھڑتے کہیں وہ بھی رہے
ہم نے فسوں میں بہائے دو چار آنسو
صدائے حق بلند کرتے وہ پھر بھی رہے
وہ مسجد اقصیٰ ہماری بھی تو ہے
مگر ہمیشہ جان لٹاتے وہ رہے
ہم تکتے رہے اپنے خالی ہاتھ
وہ خالی ہاتھوں میں لاشیں بھرتے رہے
ہم نے دیکھی خون کی ھولی چینل بدل دیئے

ملبے تلے دبے نفس اٹھاتے وہ رہے

رہے گا ملال ساری زندگی

جو سب کا تھا اثاثہ

اکیلے بچاتے وہ رہے۔

طلحہ نے نم آواز میں جملے مکمل کئیے۔ایک لکھاری ہونے کے ناطے میں صرف لکھ سکتا ہوں، مگر خاموش نہیں رہ سکتا، طلحہ نے انکھیں صاف کیں تھیں۔

ایم پراوڈ آف یو! اطہر نے مسکرا کے اس کے کندھے پہ ہاتھ دبایا۔

وہ جذباتی ہو گیا، انکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔۔۔۔۔۔۔66

اللہ جسے ذلیل کرے اس کا کیا بنے! ریموٹ اچھال کر ربانی صاحب نے غصے سے کہا۔

کیا ہوا! تمینہ نے گھبرا کر پوچھا۔

ہونا کیا ہے، یہ جلاد کیا کہہ رہا ہے کہ ، ہم فلسطین کی مصلحت کے لئیے جو کام کر رہے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کاموں کو قبول کریں! وہ سرخ چہرہ لئیے بولے، سفید کپڑے پہن کر وہ نماز کو جانے لگے تھے، مگر یہاں سارا موڈ غارت ہو گیا، چاروناچار وہ چپل اڑھستے بادل ناخواستہ چلے گئے۔

دل میں بہت غبار اٹھ رہا تھا، بے چینی ہی بے چینی۔

مسجد میں امام صاحب کا خطبہ شروع ہوا وہ بھی صف میں بیٹھے سننے لگے۔

آج صبح سے خبروں میں آپ نے سنا ہو گا امریکی لیڈر کو! امام صاحب نے مائیک قریب کیا اور اطمینان سے بولنے لگے۔

سب نے ہاں میں سر ہلایا!

مگر آپ صلی کا فرمان، میں آپ کو سناتا ہوں اللہ ہمارے ایمان میں اضافہ کرے، ان کا کہنا تھا ایک بچے نے نعرہ تکبیر لگایا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ صفوں کی آوازیں ایک ہوئیں۔ سب بیٹھے ہوئے تھے۔

ماشاءاللہ! امام صاحب نے بچے کو پاس بلا کر اسے اپنی کرسی پہ بیٹھا یا خود نیچے بیٹھ گئے۔۔۔۔ 67

ظلم کبھی بھی قبول نہیں کیا جاتا کرنا بھی نہیں چاہیے! امام صاحب نے قالین پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

دنیا ختم ہونے میں ایک دن ہو گا تو خدا اس ایک دن کو اتنا طویل کر دیں گے، یہاں تک کہ اس قوم کا اخری فرد دجال کو قتل نہ کر دے۔

مسجد میں اللہ اکبر گونجا۔ ربانی صاحب اب تھوڑا مطمئن ہوئے۔

امام صاحب نے بچے کو دیکھا جو انھیں غور سے سن رہا تھا۔

پھر مجلس کی طرف مڑے اور مخاطب ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم لوگ نہروان کے مشرق میں ہوں گے اور وہ مغرب میں ہوں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپے گے تو وہ درخت اور پتھر بولے گا اے مسلمان میرے پیچھے یہودی ہے آؤ اور اسے قتل کرو،

سب کے سروں پہ جیسے پرندے بیٹھے ہوئے تھے،

امام صاحب نے بیان جاری رکھا،

امریکی سیاستدان کہتا ہے کہ عرب اس جنگ کی معافی مانگیں جو انھوں نے اسرائیل سے شروع کی ہے، مگر وہ جو خون ریزی کر رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں مسلماں ڈر جائیں گے پیچھے ہٹ جائیں گے شہادتیں دیکھ کر قدم موڑ لیں گے۔

مگر وہ بھول گئے ہمارا دین کہتا ہے کہ، جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق حاصل کر رہے ہیں۔

سبحان اللہ، مسجد میں لوگوں کی ملی جلی اوازیں سننے کو ملیں۔

وہ لوگ ہمیں ڈراتے ہیں، جبکہ ہم رب سے ڈرنے والے ہیں وہ ہمیں مارنا چاہتے ہیں جبکہ ہمیں کلام خدائی زندہ رکھتا ہے،

مولانا صاحب یہ یہودی کس کے تحت کام کرتے ہیں، ایک بزرگ شخصیت سے پوچھنے لگی۔

وہ عقیدے کی جنگ لڑ رہے ہیں جو توریت میں لکھا ہوا ہے جس کو وہ پڑھتے ہیں اور اس کے مطابق کام کرتے ہیں، مولانا صاحب سنجیدگی سے بولے۔

ہم قرآن پہ چلنے والے لوگ ہیں ہماری حیثت نہیں ہے کہ ہم اس سے انحراف کریں!

آج مسجد اقصیٰ پہ قبضہ ہے مسلمان کمزور ہیں یہ عیب نہیں ہے، امام صاحب نے گلاس منہ سے لگایا۔

پھر منہ صاف کر کے بولنا شروع ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ ہم یہ دن باری باری لوگوں میں بدلتے ہیں، اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کی شان نہیں کہ وہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جیسے وہ ہیں، یہاں خوشخبری ہے۔ مسلمانوں کے لئیے، کہ خدا ان کے ساتھ

ہے، وہ انہیں اکیلا کیونکر چھوڑے گا۔ وہ تو ناپاک کو پاک سے علیحدہ کرنے والی ذات ہے،

بیت المقدس جنگ کی جگہ نہیں ہے، بلکے امت مسلمہ کے شعائر میں سے ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ دو چیزوں کے ساتھ ڈٹا رہے۔

مایوس نہ ہو، مایوسی گناہ ہے۔

فلسطین عرب کا ہے (مسلمان)

بحر سے نہر تک

مشرق سے مغرب تک،

شمال سے جنوب تک

انشاءاللہ مسجد میں ایک بار پھر سے صدائے حق بلند ہوئی۔۔؟۔۔۔۔68

تمھاری آنکھیں بہت پیاری ہیں زمارہ! الینہ نے اپنا بیگ اٹھایا وہ بھی چیزیں سمیٹنے لگی تھی وہ ہلکا سا مسکرائی۔

خدا کی تخلیق اعلیٰ ہے، زینب اور منشاہ نے الینہ کا تبصرہ سن کر کہا۔

بے شک وہ احسن تقویم میں انسان کو بنانے والا ہے، منشاہ نے مسکرا کر کہا۔

ائی تھنگ ہمیں دوستی کر ہی لینی چاہیے! الینہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے ناک سکوڑی پھر منشاہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ہم دشمن ہی کب تھے! وہ ہنسی پھر ہاتھ تھام لیا۔

ذمارہ بھی مسکرائی۔

چلو اب لاسٹ کلاس کا وقت ہے لیتے ہیں، اب ہم یہ بھی نہیں بول سکتے بس کریں، کیونکہ سر احمد کی دو کلاسز فری تھیں آج خوب انجوائے کر لیا، وہ چاروں ساتھ بڑھ رہی تھیں۔

کلاس میں ایک ساتھ داخل ہوئیں تو حمزہ فائیق کے ساتھ دو تین لوگوں کو اور اضافہ کو گیا تھا۔

چلو یار ابھی کلاس لیتے ہیں! حمزہ نے فون بند کیا۔

ارے یار ابھی تو ہالف بھی نہیں ہوا پتا نہیں کون جیتے گا، فائیق نے کہا۔

چھوٹے میاں رفو چکر ہو، آپ ایک کلاس بنک کر چکے ہیں اب تشریف لے جائیں، اطہر کلاس میں آتے ہی فائیق کا کان پکڑ کر بولا۔

سوری بھائی میچ کے چکر میں، وہ کان چھڑا کر بھاگ گیا۔

اچھے کاموں پہ لگا رہے ہو اسے ! اطہر نے نفی میں سر ہلایا۔۔

حمزہ نے سٹپٹا کر اسے دیکھا اور پھر انکھیں پھیر لیں۔وہ ناراضگی ظاہر کر رہا تھا۔۔۔69

ther extreme bombarding in Palestine, has been resulted in numerous deaths of Palestinian no hospital is empty with a single person ،alot of people are badly injured but there is lack of instrument and medical equipments , the isreal

extremist aren't letting the medical team to access the patient this is brutality.

خبریں ھیڈلائینز پڑھ کر سر گھوم رہا تھا، یہ منظر تھا طلحہ کے کمرے کا جہاں اندھیرا تھا سوائے ایک ٹیبل پہ جس پہ لیمپ رکھا گیا تھا اور اس ٹیبل پہ قلم رکھے گئے تھے ساتھ میں اخبار کا انبار ایک صفحہ کھلا تھا طلحہ کی ڈائیری کا جو وہ فلسطین پہ لکھ رہا تھا۔

ہر صفحہ شہدا کی تصویر دکھا رہا تھا۔

اس نے پھر اخبار سے تصاویر کاٹیں اور ڈائیری میں چپکا دیں۔

ڈاکٹر انصر شہید! اس نے قلم سے لکھنا شروع کیا۔

ہم نہیں بھولیں گے

ہم نہیں بھول پائیں گے۔ اس نے ٹیبل پہ ڈائیری رکھی اور اس پہ سر رکھ دیا۔

آسلام و علیکم! حمزہ! منشاہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر سامنے سیٹ پہ بیٹھے حمزہ کی طرف گئی۔

حمزہ نے ناگواری سے اسے دیکھا پھر اپنے نوٹس کھولنے لگا۔

آئی نو آئی ہرٹ یو! کلاس کے باقی لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔

میرا کوئی موڈ نہیں ہے تم سے بحث کا جاسکتی ہو یہاں سے! وہ بناتاب لاتے ایک دم بولا۔

حمزہ! اب کی بار الینہ اس کی طرف آئی۔

ایم سوری! اس نے کہا سب حیران تھے الینہ بھی سوری کہہ سکتی تھی؟

حمزہ نے اسے دیکھا پھر منشاہ کو پچھلی سیٹ پہ بیٹھے اطہر کو دیکھا اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

حمزہ نے کڑھی نظروں سے اسے دیکھا جیسا کہہ رہا ہو کبھی تو لڑکیوں کے کیئیے سختی پیدا کر بھائی۔

زمارہ البتہ نوٹس میں مصروف تھی جبکہ زینب خاموشی سے اس کے کندھے پہ سر رکھے تھی سر میں درد تھا۔

حمزہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

معاف کیا اب ہٹو سامنے سے! وہ روٹھے انداز میں بولا۔

حمزہ! منشاہ نے معصومیت سے اسے بلایا۔

گیٹ لاسٹ منو! وہ غصے میں اس کا نک نیم لے گیا۔ اطہر جانتا تھا حمزہ منشاہ کو پسند کرتا تھا مگر حالات نے اسے ہمیشہ اس سے فاصلہ رکھنے پک مجبور کیا۔ منشاہ اچھے کھاتے پیتے گھر سے تھی جبکہ حمزہ کا تو کوئی سرے سے نہ رہا۔

منشاہ نے خفگی سے اسے دیکھا پھر خاموشی سے سیٹ پہ جا بیٹھی۔

اب حمزہ کو برا لگ رہا تھا مگر اس نے سر جھٹک دیا۔۔۔ 71

زینب، ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں، پلیز! زمارہ جو زینب کے سر ٹھنڈی پٹیاں رکھ رہی تھی فکر مندانہ لہجے میں بولی۔

ٹیبل پہ باؤل تھا، زینب بخار میں تپ رہی تھی۔

میں ٹھیک ہو ذم : : نہایت آہستگی سے اس نے کہا،
انکھیں سرخ تھیں۔

آج پھر یونیورسٹی سے آف لیا تھا مگر آج اس کی ضد کے باوجود ذمارہ نے
چھٹی کی۔

ٹک ٹک ! دروازے پہ دستک ہوئی، ذمارہ نے گھڑی دیکھی، چار بج رہے
تھے اس وقت ! کون ہو سکتا ہے، اس نے حجاب سیدھا کیا اور زینب پہ لحاف
درست کرتی اٹھی۔

کون ! اس نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔

میں ! ام منشاہ ! منشاہ کی آواز سے اطمینان ہوا تو اس نے دروازہ کھولا۔

کالی چادر سر پہ اوڑھے، عام سے کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس منشاہ اس کے
سامنے تھی۔

اسلام و علیکم ! منشاہ ذمارہ سے بغل گیر ہوئی، ہاتھ میں بیگ اور فروٹس تھے۔

ان کی کیا ضرورت تھی ! ذمارہ نے فروٹس ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

ششش یار، اب اتنا بھی، زینب! وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بیڈ پہ زینب کو دیکھ فورا اس کی طرف لپکی، ذمارہ نے افسوس میں سر ہلایا۔

ذمارہ کیا ہوا ہے زینب کو! وہ اس کے ماتھے پہ ہاتھ لگا کر بولی۔

ٹھیک ہوں میں، نکاہت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

شٹ اپ، وہ ترش روی سے اس کو جھڑک کر ذمارہ کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔۔72

ٹھیک ہوں یار تم لوگ ایسے ہی پریشان ہو رہے ہو، زینب نے آٹھ بیٹھنے کی ناکام سعی کی۔

منشاہ نے فورا اس کا تکیہ ٹھیک کیا۔

ادھر دیکھو، کچھ ہوا ہے، منشاہ نے اس کی ٹھوڑی اٹھائی۔

میرے گھر والے یاد آتے ہیں، زینب نے ہاتھوں میں سر دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

منشاہ کا دل جیسے مٹھی میں جکڑ لیا گیا ہو، اس نے فوراً اسے خود سے لگایا، ذمارہ کا حلق کانٹوں کی زد میں آگیا ہو جیسے۔

وہ بیڈ کی پائنتی تھام گئی، اس کے پیروں نے حرکت چھوڑی ہو جیسے۔۔

منشاہ نے اک نظر اس پہ ڈالی پھر زینب پہ، وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ کرے تو کیا کرے، اس نے سختی سے جبڑے بھنچے۔

ذمارہ اٹھ کر ادھر آؤ، ہمت کر کے اس نے کہا۔

میرے پیر ساتھ چھوڑ گے ذمارہ، شل ہو گئے، اس نے گلے پہ ہاتھ پھیرا یوں لگا جیسے گلا دبا رہا ہو۔

منشاہ نے درد بھری اہ اندر کھینچی۔ زینب کو تکیہ پہ لٹایا پھر ذمارہ کے پاس گئی۔

میں اطہر کو گاڑی نکالنے کا بولتی ہوں، ہم زینب کو ہسپتال لے جاتے ہیں!

منشاہ نے اس کے ہاتھ تھام کر اس کی انکھوں میں دیکھا۔

کیا میں کچھ دیر اکیلی رہ سکتی ہوں تم زینب کو لے جاؤ اس کا خیال رکھنا، وہ رحم طلب نظروں سے بولی۔

ٹھیک ہے، منشاہ نے اسے حوصلہ دیا۔

کچھ دیر کی تگ ودو کے بعد اس نے زینب کو تیار کر دیا تھا۔

یہ تمھارے لئیے ہے! ذمارہ ویسے ہی بیٹھی تھی۔اس نے چپلوں سے نظر اٹھاتے منشاہ کے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔

یہ کیا ہے؟اس نے بیگ تھام کر کہا۔

میری طرف سے گفٹ ہے! وہ رسانیت سے کہہ گئ۔

شکریہ، وہ پھیکا سا مسکرائ، منشاہ پنجوں بل اس کے سامنے بیٹھی۔

جاؤ قرآن کھول لو، سنا ہے پڑھنے سے ایمان اور طاقت دونوں بڑھتی ہے، وہ اس کا گال چھو کر بولی۔

ذمارہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔۔۔73

ذمارہ نے قرآن مجید کھولنا چاہا مگر، ہمت نہ ہوئی، وہ جوں کی توں بیٹھی رہی، اس نے حجاب اتارا، بیگ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔وہ اٹھی کمرہ لاک کیا، کمرے کے ساتھ اٹیچ باتھ روم تھا، وہ غسل کر کے واپس آئی پھر قرآن مجید

کھولا، سورہ نمل کھولی پڑھنے لگی، سورت مکمل ہوئی اس نے قرآن مجید اٹھایا اور الماری کے اندر رکھا۔

پھر آئی بیڈ کے نیچے سے سوٹ کیس نکالا، شاید کچھ ذاتی ساماں تھا، اس نے کپڑوں کے درمیان سے ایک تصویر نکالی، کالی یونیفارم! ہاف بازو تھے، مضبوطی واضح جھلک رہی تھی، ماتھے پہ بینڈ تھا جس پہ فلسطین لکھا تھا، منہ پہ کالا ماسک تھا جو گردن کے ارد گرد تھا سوائے آنکھوں کے کچھ نہیں دکھ رہا تھا، وہ تصویر پکڑ کر دیکھنے لگی، پھر بیڈ پہ سر رکھ دیا تصویر دل سے لگائی انکھیں بند کر دی۔۔۔۔۔۔۔۔74

میں تم سے روز نہیں مل سکتا زمارہ مگر میں تمھیں ہر روز یاد کرتا ہوں، نیلی آنکھوں والا مرد فون پہ گرفت بڑھا کر بولا۔

وہ چپ رہی، وہ جانتی تھی ہر دن میں کتنے گھنٹے تھے، کئی منٹ، تھے، وہ واقعی اسے یاد کرتا تھا، وہ اس بات کی گواہی دے سکتی تھی۔

اثمار! اس نے لرزتے ہوئے اسے آواز تھی، آنسو گھلنے لگے۔

روحی! وہ لمحے کے توقف کے بعد بولا، ذمارہ سسک رہی تھی۔

وہ اور رونے لگی۔

مت روئیں، زیادہ رونا بینائی لے جاتا ہے، وہ اسے پچکارنے لگا، کتنا حوصلہ دیتا تھا وہ مرد اور وہ ہمیشہ اس کے اگے ہی ٹوٹ جاتی تھی۔

کال لگی رہی وہ اسے سن رہا تھا اس نے کچھ نہیں کہا۔

تم نافرمانی کر رہی ہو زوجہ شوہر منع کر رہا ہے رونے سے اور تم! وہ خفا ہوا تھا۔

اس نے فوراً آنسو صاف کر کے لہجہ بحال کیا تھا اب وہ سکوں سے اس سے بات کر رہی تھی۔۔۔۔۔75

ایک ھال نما کمرے میں جھانکو تو چند بچے بیٹھے قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، وہ کھڑکی میں کھڑا ہے اور زبانی ان کی غلطیاں نکال رہا ہے، ذمارہ نے اندر جھانکا، پھر مسکرا دی، وہ اسے یوں دیکھتی رہی بچوں نے اسے دیکھا تو اس

نے فوراہونٹوں پہ انگلی رکھ کر خاموش ہونے کا کہا اس نے ہلکے ہاتھ سے دروازہ بند کیا۔

وہ پلٹنے ہی لگی تھی کہ کلک کی آواز آئی دروازہ کھلا تھا اس نے چونک کر دیکھا ،وہ مصری رومال سر پہ باندھے اس کے سامنے تھا۔

آپ ! وہ چونکی پھر بچوں کی طرف اشارہ کیا۔

مجھے تمھاری مہک تمھارے آنے کا پتا دے دیتی ہے ذمارہ ! وہ اس کے قریب آیا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر نرمی سے انکھوں سے لگایا۔

ذمارہ کی سبز آنکھیں سر سبز ہوئیں،دل میں نکارے بجنے لگیں، گال تپنے لگے وہ بلش کر رہی تھی،اس نے اس سمے سر مئ گھیرے دار فراک پہنا تھا سر پہ حجاب تھا خوبصورتی اس کی حیا کے سامنے پھیکی تھی۔76

ویسے میں کتنی لکی ہوں شادی کی بیوی ہونے کا شرف ملا ہے،وہ بچوں کو فارغ کر کے اس کی طرف آیا جو بلڈنگ کی چھوٹی سی دیوار پہ ہاتھ رکھ کر

نیچے کا منظر دیکھ رہی تھی بچے بھاگتے ہوئے جا رہے تھے، وہ مسکرا کر پلٹی اور ہلکی داڑھی والے چہرے کو ہاتھوں میں بھر کر بولی۔

ہمم کہہ سکتی ہیں محترمہ، میں آپ کو جنت میں لے کر جاؤں گا انشاللہ! وہ انھی ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھ کر نرمی سے بولا، اس کی مسکراہٹ گہری تھی، نیلی انکھیں سبز آنکھوں سے ٹکرائی تھیں،۔

میں کیا بول رہی ہوں رخصتی آج کل ویسے بھی گھر پہ کوئی کام نہیں ہے تو آپ بھی ابھی فارغ ہی ہیں مجھے بھی یاد کروایا کریں ناں! وہ معصومیت سے اتاولی ہو کر کہنے لگی۔

انشاللہ! وہ کھلے دل سے مسکرایا۔

مگر شروعات میری پسندیدہ سورت سے ہو گی! وہ دونوں بازو سینے پہ باندھ کر بولا۔

پسندیدہ! کون سی سورت؟ اس نے انجان نظروں سے اسے دیکھا۔

وہی جس میں دنیا کے رشتوں کی کھوکھلی سچائی ہمارے رب نے ہمارے سامنے رکھ دی! وہ اسے ہنٹ دے رہا تھا۔

عنکبوت وہ فوراً بولی۔

اثمار نے فخر سے ذمارہ کو دیکھا، اور ہاں میں سر ہلا دیا۔

اثمار نے اسے قریب کر خود سے لگایا،

کاش ہم۔ کسی سکون والی جگہ رہ رہے ہوتے! ذمارہ نے اس کی شرٹ مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔ 77

العنکبوت۔

جو مادہ مکڑی ہوتی ہے، وہ نر مکڑے کو مار دیتی ہے (جب وہ اپنے بچوں کو جنم دیتی ہے،) یا گھر سے نکال دیتی ہے، اور بہت جلد بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ مادہ مکڑی کو مار دیتے ہیں اور اسے گھر سے باہر نکال دیتے ہیں، کتنا پر اسرار گھر، عجیب و غریب گھر، در حقیقت سب سے بدترین گھر، خدا اس گھر کے

بارے میں فرماتا ہے "بے شک سب سے کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے،
اس میں عقل والوں کے لئیے نشانیاں ہیں!

لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ظاہری طور پہ یہ گھر سب سے کمزور گھر ہے جو پھونک سے بھی ٹوٹ جاتا ہے, ضعیف، ناتواں، ظریف گھر، اگر پانی کا ایک قطرہ بھی اس پہ گرے تو مکمل طور پر وہ گھر ٹوٹ جائے، یہ تو اس کی ظاہری کمزروی ہے، انسانیت اس کی اخلاقی کمزوری سے آگاہ نہیں تھی، مکڑی کے گھر سے مراد دنیا ہے ایک کھوکھلا کمزور گھر، جہاں ہر کوئی ایک دوسرے کو جگہ سے نکالنا چاہتا ہے۔

اس آیت میں رب فرماتا ہے۔

اور اللہ کے سوا جس نے اور کارساز بنا لئیے ان کی مثال ایک مکڑی کے جالے جیسی ہے جیسے جالا کوئی فائیدہ نہیں دیتا ویسے ہی انھیں خدا یا رشتے بھی فائیدہ نہیں دیں گے، رشتے ساتھ دیتے ہیں مگر وقت آنے پہ وہ بھی اس

جالے کی طرح ہوا ہو جاتے ہیں، اس لئیے کہا گیا ہے خدا بہتریں کارساز ہے

۔وہی دوست ہے وہی مددگار ہے۔۔۔۔۔78

زمارہ بچے، سفید پوش شخص نے کچن میں کھڑی ذمارہ کو آواز دی، وہ کچھ بنا رہی تھی،

چچا جان! وہ مسکرائی تھی۔

کیسے ہو بچے؟ وہ مسکرائے تھے ان کے ہاتھ میں جوتے تھے،

یہ کیا ہے چچا! کس کے جوتے ہیں! وہ ہاتھ صاف کر کے بولی۔

وہ نم دیدہ ہوئے۔

یہ جوتے اثمار کے دوست یاسر کے ہیں، وہ شہید ہو چکا ہے، وصیت کے مطابق اس نے یہ جوتے اثمار کو دینے کا کہا تھا، انھوں نے جوتے ذمارہ کی طرف بڑھائے۔

یہ اسے دے دینا بچے! انھوں نے جوتے ذمارہ کی طرف بڑھائے۔

زمارہ نے لرزتے ہاتھوں سے جوتے تھامے، سفید جوگرز جن پہ دھول لگی تھی۔

میں دے دوں گی چچا! وہ بامشکل مسکرائی۔

یارسول اللہ آپ پہ قربان ہماری حیات و ممات! اس نے زیر لب کہا۔

چچا چلے گئے، زمارہ نے جوتے ایک سائیڈ میں رکھے، اور پھر کھانا بنانے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ فارغ ہوئی، اس نے جوتے تھامے اور کچن سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔۔۔۔79

زمارہ نے ایک ڈبے میں شیمپو ڈالا، جوتے کے تسموں کو آزاد کیا ایک ٹوتھ برش لیکر وہ انھیں دھونے لگی، تھوڑی دیر میں اس نے وہ جوتے سوکھنے کے لئیے چھوڑ دیئے۔

زمارہ نے جائے نماز ڈالی، پھر نیت باندھی اور تسبیح پڑھتی رہی وہ سجدے میں گئی جب اٹھی تو انکھیں نم تھیں۔

یااللہ ان آنسو کو نہ دیکھ ہم اب بھی صبر کر رہے ہیں، اے اللہ ہم لڑ رہے ہیں، ہمیں حاضر لکھ، لبیک یا رسول اللہ، آپ پہ ہم قربان یا رسول اللہ، ہمارے خاندان قربان ہو گئے، ہمارے عزیز دوست شہید ٹھہرے مگر ان کا ٹھکانہ بہترین ہے خدایا، ہم آج بھی حاضر ہیں، یہ جنگ بقاء کی ہے ہم لڑیں گے ہم ہی جیتیں گے حق ہمیشہ غالب آیا ہے آئے گا، ہمارا سورج طلوع ہو گا اور جس دن طلوع آفتاب اسلام کا ہوا تب ظالم سولی پہ لٹکائے جائیں گے، اور ہم انتظار میں ہیں، مولا ہمیں کافروں پہ برتری دے ہمارے قدم ثابت قدم رکھ۔ وہ دعائیں مانگ رہی تھی اور اس کا شوہر دروازے میں کھڑا آمین کہہ رہا تھا اور زمارہ اس بات سے انجان نہ تھی۔۔۔۔۔۔۔80

خدا جب نوازتا ہے تو من و سلویٰ اتارتا ہے اور جب آزماتا ہے تو غم بھوک اور مال کی کمی سے آزماتا ہے مگر دراصل وہ ایمان کی آزمائش ہوتی ہے،

اے بنی اسرائیل یاد کرو ہماری نعمت کو ہم نے تم پہ انعام کیا،اور تمھیں جہان میں فضیلت بخشی۔

اور اس وقت کا یاد کرو جب تم اپس میں دشمن تھے تو خدا کی وجہ سے تم میں الفت پیدا ہو گئی۔

بنی اسرائیل وہ قوم تھی جو عین ضرورت کے بدل جاتی مکر جاتی،ماکر قوم مگر انسان بھول گیا،واللہ خیر ماکرین،۔

اللہ کی ہر نوازشات کے بعد بھی بنی اسرائیل ناشکرا ٹھہرا، من وسلوٰی آسمان سے اترتا مگر پھر وہ موسٰی سے کہنے لگے کہ خدا سے وہ چیزیں مانگو جو زمین اگاتی ہے جیسے دال، مصور، گہیوں پیاز،،۔

مگر پھر ان پہ خدا کا غضب ہوا اور وہ عبرت بن گئے، خدا ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے اور فرماتا ہے زمین میں چلو پھر اور دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہے، اتنی طاقتور قومیں ہلکے ہلکے عذابوں سے ہلاک کر دی گئی تو کیا ظالم ٹھہر سکتے

ہیں باری تعالٰی کے سامنے، ؟نہیں وقت آتا ہے ہر ظلم کی سیاہی چھٹنے میں وقت لگتا ہے، مگر جب سچائی غالب آتی ہے تو ظلم کو مٹنا ہی ہوتا ہے۔

جس چیز کو ضرورت ہوتی ہے وہ ہے انتظار اور صبر۔۔۔۔۔۔۔۔ 81

زینب کا نکاح ہوا تھا، گھر میں تھوڑی رونق تھی، رات کا وقت تھا زینب ذمارہ کے پاس لیٹی ہوئی تھی، اچانک اسے ذمارہ کے سسکنے کی آواز آئی۔

ذمارہ وہ اٹھ بیٹھی، اس کو ہلانے لگی۔ذمارہ کے رونے میں مزید تیزی آئی۔

بابا! اس نے ہچکی کر نام لیا۔

ذمارہ رو نہیں دعا کرو، زینب نے اس کے سر کو سہلایا۔

صبر اتنا مشکل کیوں ہے زینب کیوں ! وہ ہچکولے کھانے لگی۔

کیونکہ ہر مشکل مرحلے سے گزر کر آسانی آتی ہے،۔

موت سے بڑا کوئی غم نہیں ! ذمارہ نے آنسو پی لئیے۔

شہادت سے پیاری کوئی موت نہیں، زینب نے اسے جتانا چاہا۔

کیا ہم ہجرت نہیں کر سکتے؟ ذمارہ نے نا سمجھی میں پوچھا۔

اپنی جگہ سے ہجرت نہیں کرتے اپنی جگہ کی بقاء کے لئیے لڑتے ہیں، ہجرت کرنے کا مطلب دشمن کو پیش قدمی کا موقع دیا ہے اور تم بھول گئی کہ ہمارا ناصر صرف خدا ہے، وہ ہمیں کیوں کر اکیلا چھوڑے گا، زینب نے پھیکا سا مسکرا کر ذمارہ کو دیکھا۔

وہ چپ ہو گئی، کچھ دیر تک زینب اس سمجھا کر سلا چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔85

اس نے زانو فولڈ کئیے وہ اس کے سامنے بیٹھی اس کے ہاتھوں کو تھاما اور ان پہ لب رکھ لئیے انگلیاں زخمی تھیں، ذمارہ نے نظر اٹھا کر نیلی آنکھوں کو دیکھا جہاں پانی بھرا پڑا تھا۔

میرے کندھے بھاری ہو گئے ذمارہ، وہ مرد ڈھے گیا تھا اس نے ذمارہ کے کندھے پہ سر رکھا اور رونے لگا۔

علی شہید ہو گیا ذمارہ! وہ اپنے دوست کی بات کر رہا تھا۔

دوست سے فاصلہ برداشت نہیں ہوتا اس کو آنکھوں سامنے مرتے دیکھنا؟

اس سے بڑی اذیت کیا تھی۔

وہ بلک بلک کر رو رہا تھا، ذمارہ کے ہاتھ اس کی پیٹھ سہلا رہے تھے، کمزور ہاتھ

حوصلہ دے رہے تھے۔

کچھ دیر میں وہ چپ ہوا، وہ اٹھا ذمارہ نے جائے نماز اٹھائی سٹینڈ پہ رکھی۔

پھر شیلف نما جگہ سے دوائی لائی، اثمار بیڈ پہ لیٹا تھا، ذمارہ اس کے گھٹنے اور

پیروں پہ دوائی لگا رہی تھی پھر اس نے پٹی نکالی اور اس کے ہاتھوں پہ

کرنے لگی۔ کھردرے ہاتھ اسے ریشم سے نرم لگے، اثمار نے آنکھیں بند

کیں، ذمارہ نے اس کی پیشانی پہ مہر ثبت کی اور پھر اس کے شانے پہ سر رکھ

دیا۔۔۔۔86

رات کیوں اتنی لمبی ہو گئی ہے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی! ذمارہ نے

لیٹے ہوئے سوچا۔ اس نے اثمار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں

وہ سویا نہیں تھا۔

زمارہ نے اپنا ہاتھ اس کے گال پہ رکھا۔

صبر آسان نہیں ہوتا اثمار ہے ناں؟ دبے لہجے میں اس نے پوچھا۔

وہ چپ رہا، اس نے زمارہ کا ہاتھ اپنے ماتھے پہ رکھا۔ زمارہ ہلکے ہاتھ سے اس کا سر دبا رہی تھی۔

آگے کیا کرنا ہے کیا کوئی امداد نہیں آئی؟ وہ بے چینی سے پوچھنے لگی۔

نہیں ابھی مسلمان ممالک میں میچ چل رہے ہیں ختم ہوئے تو شاید خیال آئے بلکے اس کے بعد شاید ان کے ٹی وی ایکٹرس کو ایوارڈز ملیں گے ناں، کہاں وقت ہو گا بیچاروں کے پاس! وہ تلخی سے بولا تھا لہجے کی اذیت واضح تھی۔

ہر ملک کے مسائل۔ وہ کچھ کہنے لگی۔

مسجد اقصیٰ صرف ہماری نہیں ہے زمارہ مسلمان اتنا غافل ہو گیا ہے کہ وہ اپنا اسلاف بھول جائے، اپنے فرائض بھول جائے؟ وہ ضبط کا آخری درجہ تھا۔

وہ! زمارہ نے منہ کھولا ہی تھا۔

دلیلیں بیکار جائیں گی ذمارہ جنھوں نے جانی ضیاع دیکھا ہوا نھیں دلیلیں نہیں پیش کرتے، تم میرے ساتھ ہمدردی کرنا چاہتی ہو تو کوئی اور بات کر لو، وہ اس پہ سختی نہیں کر رہا تھا مگر اسے محسوس ہوا ذمارہ تھوڑا سہم گئی ہے تو اسے کمفرٹ دینے کے لئیے بولا۔

میرے پاس کچھ کہنے کو ہے ہی نہیں ! وہ اداسی سے بولی۔

وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔

کوئی بات نہیں خاموشی عبادت ہے، اور تم ابھی نیکیاں کر رہی ہو شوہر کا سر دبا کر اور خاموش رہ کر، اللہ میری بیوی کو اجر دے ! وہ مسکرا کر اس کے گال پہ بھوسہ دے کر پھر لیٹ گیا، شرم سے اس کے گال ٹماٹر ہوئے اور وہ سر دبانے لگی۔۔۔۔۔۔۔87

صبح کے تین بجے اشمار نماز پڑھ کر نکل گیا تھا، ذمارہ جانتی تھی وہ کہاں گیا ہے اس لئیے خاموشی سے اٹھی اور اپنی تسبیحات جاری رکھیں۔

زینب اکیلی تھی وہ سیڑھی اتر کر نیچے آئی اندھیرا تھا، وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی، چچا بھی وہاں تھے، ایک موم بتی جل رہی تھی۔

وہ دستک دے کر اندر گئی۔

چچا خیریت؟ ذمارہ نے حجاب درست کیا اور کرسی پہ بیٹھ گئی،

اچھا ہوا تم ادھر ہی آگی بچے! وہ آہستگی سے بولے۔

کوئی خاص بات ہے چچا! وہ دھڑکتے دل سے پوچھنے لگی۔

بیٹے! انھوں نے زینب کو دیکھا جس کی انکھیں نم تھیں اور وہ سر جھکائے تھی۔ پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

تم دونوں کو ہم پاکستان بھیج رہے ہیں! وہ ہمت کر کے بولے۔

چچا؟ اس نے حیرت سے سے چچا کی طرف دیکھا۔

کیوں؟ وہ پریشانی کے عالم میں بولی۔

تم لوگوں کے لئیے اثمار اور میں نے سکالرشپ کے لئیے اپلائی کیا تھا، پاکستان کی طرف سے لیٹر آگیا ہے، کچھ دنوں بعد تم لوگ چلے جانا میرے

ایک جاننے والے ہیں، بنا اجرت کے تم لوگوں کے رہن سہن کا انتظام بھی کروادیا۔

اور ہم سے پوچھنا بھی گنوارہ نہیں کیا؟ وہ برہمی سے ان کی بات کاٹ کر بولی۔

ذمارہ میرے بچے مجھ پہ بوجھ نہ بڑھاؤ، میں تم لوگوں کی بقاء کے لئیے یہاں سے دور بھیج رہاہوں، خداکاواسطہ! وہ رورہے تھے، ان کے ہاتھ جڑے تھے۔زینب نے فوراباپ کے ہاتھ پکڑ لئیے۔

بابا! زینب نے نفی میں سر ہلایا۔

ذمارہ اٹھی اور چچا کی طرف گئی، دونوں بیٹیاں ان کے کندھے پہ سر رکھ کر رورہی تھیں۔۔۔۔۔۔۔88

زینب سامنے گھر میں دوست کے ہاں چلی گئی تھی، ذمارہ نماز پڑھ کر آئی تو سیڑھیوں پہ گم صم بیٹھ گئی۔عامر صاحب نے اسے دیکھاتواس کی طرف آئے، اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔

زمارہ نے گھٹنوں پہ سر رکھا تھا۔

تمھارا غم میں سمجھ سکتا ہوں بچے! مگر میں اس وقت خود غرض باپ ہوں جو اپنی بیٹی کی سوچ رہا۔

تم جانتی ہو زینب کو بیوہ ہوئے سات ماہ ہو گئے اور سات ماہ سے وہ چپ ہے، میں نہیں چاہتا میری بیٹی اس ماحول میں رہے، ایک باپ ہونے کے ناطے درخواست کر سکتا ہوں! وہ روانی میں بول رہے تھے۔

میں جانے کے لئیے تیار ہوں چچا! اس نے آنکھیں میچیں پھر ہمت مجتمع کر کے بولی۔

!وہ چونکے

میں ؟انھوں نے کچھ کہنا چاہا۔

آپ میرا خاندان ہیں اور اگر خاندان کو بچانے کے لئیے ہجرت ضروری ہے تو میں تیار ہوں، وہ کھڑی ہوئی اس نے پر اعتماد ہو کر چچا کو دیکھا۔

وہ زخمی سا مسکرائے اور اس کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔

زینب نے پانی حلق سے اتارا تھا، وہ ایک میٹ پہ بیٹھی تھیں، ہاتھ میں !

کشیدہ تھا وہ کشیدہ کاری کر رہی تھیں۔

زینب! نملتہ نے اس کے الجھے دھاگوں کو درست کیا یہ تیسری بار تھی وہ

بار بار گرہ لگا رہی تھی، جنجھلا کر زینب نے ہاتھوں کو آزادی بخشی۔

نملتہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی، پھر اس نے سامان اٹھایا اور الماری میں

رکھ دیا پھر اس کے پاس بیٹھی۔

زینب نہ جانے کہاں گم تھی، نملتہ نے اس کا ہاتھ تھاما۔

میں امید سے تھی! جب یاسر شہید کر دیئے گئے! میرے شیر خوار بیٹے

میری آنکھوں کے سامنے چل بسے، میری ماں ضیعیف تھی، میرا ساتھ دیا

کافی حد تک! عمر دو سال کا ہوا تھا کہ وہ بھی چل بسیں۔

مجھے لگا زندگی ختم ہو چکی ہے مگر جانتی ہو جو ہمیں خاتمہ دکھ رہا ہوتا ہے وہی

شروعات ہوتی ہے۔ میں نے ہمت نہیں ہاری، میں نے نرسنگ کی ہوئی

تھی میرے ساتھ میرا بچہ تھا مجھے اس کے لئیے جینا ہے مجھے بقاء کے لئیے جینا ہے، وہ اس کے ہاتھ پہ مضبوطی بڑھا کر بولیں۔

نملتہ! زینب نے زیر لب اس کا نام لیا۔

نملتہ کا مطلب ہے چیونٹی! اس نے مسکرا کر کہا۔

زینب نے سر ہلایا کہ وہ جانتی ہے۔

ایک کہانی سنو گی! نملتہ نے پوچھا۔ زینب کا دل نہیں تھا مگر اثبات میں سر ہلا گئی۔

ایک درخت کے نیچے بہت سی چیونٹیاں رہتی تھیں اور اسی درخت پہ ایک کالا ناگ تھا ناگ انھیں بہت تنگ کرتا تھا، کبھی اپنا زہر پھینک دیتا کبھی کیا چیونٹیاں بڑی پریشاں تھیں پھر ایک دن انھوں نے منصوبہ بنایا، سخت بارش تھی ناگ بچنے کے لئے چیونٹیوں کے بل میں گھسا تو ساری چیونٹوں نے مل کر حملہ کیا اور اسے ڈنگ دیئے ڈنگ اتنے تھے کہ وہ مر گیا یوں انھوں نے آپنے دشمن کا خاتمہ کیا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

چیونٹیاں بہادر تھیں! زینب نے استفسار کیا۔

ہم لڑکیاں بھی بہادر ہیں بس ہمیں ہماری طاقت کا اندازہ نہیں ہے جس دن ہو گیا تو دشمن کی کھال تک ادھیڑ دیں گے! وہ دانت پہ دانت جما کر بولی۔

انشاللہ، کسی نظریے کے تحت زینب نے ہامی بھری۔۔۔۔۔۔90

زینب گھر سے باہر نکلی! اس نے حجاب درست کیا کہ اسے کچھ اسرائیلی فوجی دکھائی دیئے، زینب کا تنفس بھڑکنے لگا۔ وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس نے اپنے قدم ان کی طرف بڑھتے محسوس کیئے اس کی آنکھیں غصے سے لال تھیں، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ان کو قتل کر دے، کچھ بچے وہاں بیٹھے تھے انھوں نے زینب کو بڑھتے دیکھا۔

وہ اب ان سے کچھ مسافت کی دوری پہ تھی، اس نے بڑا سا پتھر اٹھایا، وہ اس کی طرف پیٹھ کیئے تھے اس سے پہلے وہ پتھر ان کی طرف پھینکتی کوئی اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیوار کے پیچھے کھینچ گیا۔

!اس نے دائیں بائیں سر ہلایا انکھیں بند تھیں

اثمار نے اسے غصے سے دیکھا۔

پاگل پن کی حد ہے زینب! وہ اسے دانٹ رہا تھا، زینب دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی۔ وہ زانوبل اس کے پاس بیٹھا۔

عورت کو ہر قدم سوچ کے اٹھانا چاہیے خاص طور پہ جب وہ بھیڑیوں کے درمیان ہو، انسان بھیڑیا بن جاتا ہے اور جن کے عقیدے درست نہ ہوں ان سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ انھیں کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

زینب کے ہاتھ سے پتھر لیکر اس نے دور پھینکا۔ پھر اٹھا اپنا چھوٹی انگلی اس کی طرف کی، زینب نے روتی انکھوں سے اس کی انگلی کو دیکھا پھر تھام کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔۔۔۔۔91

اثمار وہ! ذمارہ کمرے میں آئی تھی کچھ کہنے پر ٹھٹک گئی۔

وہ دروازے میں کھڑی ہو کر ٹکٹکی باندھے اثمار کو دیکھنے لگی جو تیار ہو رہا تھا، اس نے کالی ٹی شرٹ کے ساتھ ہم رنگ ٹراوز پہنے تھا یقیناوہ ٹریننگ دینے جا رہا تھا۔

اب وہ بیڈ کے پہ بیٹھا بیڈ کے نیچے سے جوتے نکالے، وہ بازو پشت پہ باندھ کر اس کی طرف آئی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ نیچے بیٹھی۔

ارے ! وہ پیر دور کرنے لگا، کیونکہ وہ جوتے پہنانے آئی تھی۔

پاگل لڑکی اٹھو پیروں سے ! وہ اس کو جھڑک کر بولا۔

شوہر کی خدمت سے سنا ہے جنت ملتی ہے، وہ معصومیت سے بولی۔

تم ویسے بھی سیدھا جنت میں جاؤ گی شوہر کی دعا کافی ہے ! وہ اس کا گال چھو کر بولا۔

کب تک آئیں گے ! وہ سنیجد گی اور اداسی سے پوچھنے لگی۔

انشاءاللہ شام تک، وہ کھڑا ہوا، سر کے گرد رومال باندھا، جیکٹ لی، پھر اس سے اجازت مانگنے لگا۔

وہ بے اختیار اس سے لگ گئی، اللہ کی امان میں رہیں، خیر سے جائیں، خیر سے آئیں۔ وہ آہستگی سے بولی۔

دعا کرتی رہنا تمھاری دعائیں ہر بلا سے بچاتی ہیں! وہ مسکرا کر اس کی پیشانی پہ مہر ثبت کرتا نکل گیا۔ وہ سیڑھیوں پہ کھڑی اس کی پشت کو تکتی رہی، نظر کے ڈر سے فورا نظریں ہٹا لیں۔۔۔۔۔۔۔92

چچا قہوہ! ذمارہ نے صوفے پہ بیٹھے چچا کو پیالی پکڑائی۔

جزاک اللہ! انھوں نے مسکرا کر پیالی تھامی۔

بچے دو تین ماہ لگیں گے وہ تم لوگ چلے جاؤ گے! وہ گھونٹ پی کر بولے۔

!آپ کا کیا ہو گا چچا

ہمارا کیا ہونا ہے بچے تنظیم کے ساتھ مصروف ہو جائیں گے، بقاء کی جنگ ہے جنگ کے لئیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے، وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بولے۔

وہ انگلیوں سے کھیلنے لگی، وہ کچھ پریشان تھی۔

کیا ہوا بچے! اسے پریشان دیکھ کر وہ فوراً پوچھنے لگے۔

پتا نہیں چچا، اب کھونے کی ہمت نہیں رہی وہ کہہ کر رونے لگی۔

وہ اٹھے اور اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

بچے کربلا کا سوچو تم پہ غم ہاوی نہیں ہوں گے، جب تم دکھ میں ہو تو نبیوں کے دور کو یاد کرو کہ وہ کیسے کیسے مصائب سے گزرے تھے۔ وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

ذمارہ نے ہاں میں سر ہلایا پھر اٹھ کر کچن چلی گئی۔

ارحمنا! چچا نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔۔۔۔۔۔۔۔93

نملتہ سے ہو کر زینب اپنے کمرے میں جانے کے بجائے سیڑھیاں چڑھ کر ذمارہ کی طرف آئی۔

ذمارہ کنگھی کر رہی تھی، وہ زینب کو دیکھ کر مسکرائی۔

زینب بیڈ پہ بیٹھی، شیشے میں ذمارہ پیٹھ پیچھے بیٹھی زینب کو دیکھ سکتی تھی۔

زینب نے تکیہ پہ سر سیدھا کیا۔

زینب کیا سوچ رہی ہو! زمارہ بال آزاد کرتے پوچھنے لگی۔

بابا کے اور بھائی کے بارے میں دل نہیں کر رہا جانے کا مگر وہ صیحیح کہہ رہے ہیں کبھی کبھی ہجرت ضروری ہے! وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

میں نے بھی بہت سوچا! مجھے لگتا ہے ان کی بات ماننی چاہیے وہ چٹیا بنانے لگی۔

میں نے پچھلی بار ڈگری شکر ہے جلائی نہیں ورنہ، زینب نے استفسار کیا۔

ہمم، وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

آج سب سے میرا دل بہت پریشان سا ہے، خول اٹھ رہے ہیں، اللہ خیر کرے، ذمارہ نے اس کی طرف بڑھتے کہا۔

میں بھی یہی کہنے والی تھی، وہ سیدھی ہوئی۔

بس اللہ مدد کرے ہماری، چلو دو رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں، ذمارہ دوپٹہ لیتے بولی۔

ہم چلو، کچھ دیر بعد وہ دونوں جائے نماز پہ کھڑی تھیں س۔۔۔۔۔۔۔94

عصر کا وقت تھا، ذمارہ اور زینب گھر سے باہر تھیں، وہ ایک حجرے نما گھر میں بچوں کو پڑھا رہی تھیں، اچانک دھماکے کی آواز سے سب نے کانوں پہ ہاتھ رکھے، دھما کا کہیں قریب ہوا تھا۔

زینب بچوں کو لے کر نکلو! ذمارہ جلدی سے بولی۔

وہ بچوں کو نکال رہے تھے، جلدی تیز تیز! ساتھ میں کہہ رہی تھیں۔ حجرے سے باہر لوگ جمع ہو چکے تھے، ذمارہ ایک اونچی جگہ کھڑی ہوئی۔

دل کا دھک دھک رفتار پکڑ گیا۔

دل گھبرا رہا تھا۔

مسلسل گولہ باری ہو رہی تھی سب پناہ کے لئیے بھاگ رہے تھے، بھیڑ کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے وہ اور زینب بھی مسجد کے احاطے میں چلی گئیں۔

بچوں کے رونے کی آوازیں واضح تھیں، کئی لوگ گر کر اٹھ رہے تھے کوئی

برابر مزاحمت کر رہے تھے۔۔۔۔۔۔95

بھیڑ میں زینب اس سے کہیں چھوٹ گئی تھی، وہ اسے ڈھونڈ رہی تھی،

اچانک اسے ایک چیخ کی آواز سنائی دی وہ گھروں کے درمیان کھڑی تھی،

آواز عقب والے گھر سے آئی تھی، وہ دیوار کی اوٹ میں ہو گئی۔ کچھ

اسرائیلی فوجی وہاں سے ہنستے ہوئے نکلے۔

زمارہ کو خوف آیا۔

وہ گھر سے دور تھی، اسے کچھ بو محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے گھر کو آگ سے بھڑکتے دیکھا وہ اسرائیلی ہنس رہے تھے۔

اندر سے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں، زمارہ تاب نہ لاتے گھر میں گھسی ہر

چیز آگ پکڑ رہی تھی۔

اندر سے مسلسل کراہنے کی آواز آرہی تھی۔

زمارہ ہڑبڑاہٹ کا شکار تھی وہ خود کو بچاتی وہاں پہنچی۔۔

وہاں دو کمسن لڑکے تھے، ذمارہ نے ہمت کی انھیں کسی طرح وہاں سے نکالا وہ کمرے میں تھی جب وہ کسی سے ٹکرائی اور منہ کے بل گری، سارا کمرہ آگ پکڑ چکا تھا، اس نے دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی، یقیناً وہ اثمار تھا اس کا شوہر۔

اثمار، وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھی۔

اثمار اٹھیں وہ اس کا چہرہ تھپتھپانے لگی۔

اثمار! وہ زخمی تھا اسے سانس کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

وہ اس کے دل سے کان لگا رہی تھی۔

اثمار، وہ چیخی تھی۔اس پہ چھت سے کچھ گرا تھا وہ اثمار کے اوپر ڈھال بن گئی، اس نے ہمت کی خود سے لکڑی ہٹائی۔

اگ تھی چہرہ جلس گیا وہ اس کو گھسیٹتے باہر لا رہی تھی مگر وہ بھاری تھا، توازن برقرار نہ رکھ پائی اور سر کے بل گری۔اس نے اپنی انکھیں بند ہوتی

محسوس کیا، دھندلے پن سے اس نے دیکھا کوئی اسے گھسیٹ رہا تھا، اثمار وہیں پڑا تھا۔

اس کے منہ سے نکلا۔

روحی۔۔۔96

شروغل کے دریچوں میں

ہم نے صرف اس کی آواز سننا چاہی

بھیڑ تھی لاکھوں کی

ہم نے اس کی جھلک دیکھنی چاہی

ہم سے الگ ہوا پھر وہ یوں

ہم نے زندگی جینی نہ چاہی۔

ذمارہ کو آگ سے گھسیٹ کر وہ دور کر رہے تھے وہ مسلسل کراہ رہی تھی، اس نے اثمار کو دیکھنا چاہا وہ اسے گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔

وہ اس کا نام لے رہی تھی، پھر اس کا دل کٹتا محسوس ہوا، اسے لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی، اس نے ہاتھ سیدھا کرنے کی کوشش کی، وہ منہ کے بل گری ہوئی تھی اس کے پاس آگ کی شدت تھی۔

سب ختم ہو چکا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔97

دو ماہ بعد!

اس نے دھیرے دھیرے انکھیں کھولیں، وہ ایک کمرے میں تھی جس پہ ہر طرف پردے تھے، وہ کہاں تھی اسے سمجھ نہ آئی اس نے ہاتھوں کو حرکت دی وہ اپنی انگلیوں کو دیکھ رہی تھی اس نے محسوس کیا وہ حرکت کر سکتی ہے اس نے سر دائیں طرف پھیرق پھر بائیں۔

تب ہی دروازے کے کلک کی آواز آئی۔ایک ٹراز ور شرٹ پہنے سکارف اوڑھے کوئی لڑکی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔کمرے میں فل لائیٹ تھی۔

سلام علیکم ،اس لڑکی نے کہا۔

اس نے نا۔ سمجھی سے اسے دیکھا۔اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی،اس نے غور کیا وہ ایک درمیانے سائز کے بیڈ پہ تھی جس کی بیڈ شیٹ سلور تھی، کھڑکیاں شیشے کی تھیں،بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ ایک لیمپ تھا جس کے پاس جگ گلاس تھا،کمرے میں کوئی فریم کوئی فوٹو کوئی پھول کچھ نہیں تھا،نہ ٹی وی۔

کمرے کے دائیں طرف واشروم تھا۔

اس کے ہونٹ پھڑ پھڑائے،چہرے کی رنگت خراب ہو چکی تھی اس نے محسوس کیا کہ اس کے منہ پہ کچھ بھاری محسوس ہو رہا ہے وہ پٹی تھی۔

اس نے بیٹھنے کی کوشش کی۔

پھر ہاتھ سے پٹی اتارنے کی کوشش کرنے لگی۔

لڑکی ہر ایک حرکت کو دیکھ رہی تھی۔وپ اگے بڑھی اس کے ہاتھوں سے اس کا چہرہ آزاد کیا پھر پٹی کھولنے لگی۔

دیوار سے شیشہ لایا اور اس کے سامنے رکھا۔

زمارہ کو لگا کہ اس کا دل بند ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔98

لڑکی حیران تھی،زمارہ کے آنسو بہہ رہے تھے،خاموش شکوہ اس کی انکھیں سے جھلک رہا تھا مگر وہ چپ تھی،دائیں طرف سے منہ جل گیا تھا،ایک چھاپ سارہ گیا تھا،

الحمدللہ !اس نے بے ساختہ کہا۔

لڑکی نے حسرت سے اسے دیکھا۔

پھر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

ایک داغ کسی کو بدصورت نہیں کر سکتا آپ اب بھی ماشاءاللہ پیاری ہیں۔لڑکی نے اس کے ہاتھ سے شیشہ کے کر دور کرتے ہوئے کہا۔

جانتی ہوں،ظاہری خوبصورتی معنی نہیں رکھتی مر کر سب ڈھانچے رہ جاتے ہیں،وہ پھیکا سا مسکرائی تھی،لڑکی کی انکھوں میں ستائش تھی اور زمارہ کے پاس شاید صبر تھا۔

وہ اٹھی دراز سے کنگھی نکالی ذمارہ کے بالوں پہ پھیرنے لگی۔ذمارہ کے پیچھے اس نے تکیہ رکھا۔

میرے گھر والے کہاں ہیں؟اور میں کہاں ہوں، وہ نرمی سے پوچھنے لگی،

دل میں بے چینی تھی جو امڈ رہی تھی۔

آپ جہاں بھی ہیں محفوظ ہیں۔کوئی آپ کا مخافظ آپ کو یہاں ہمارے پاس امانت چھوڑ گیا ہے،آپ یوں سمجھ لیں آپ غیر ملک میں ہیں لڑکی نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر بتایا۔دھندلاہٹ کم ہوئی اس نے لڑکی کو دیکھا، وہ

خوبصورت تھی دراز قد تھی،اس کے ناخن سرخ پالش سے چمک رہے تھے،اس کی آنکھیں سنہری معلوم ہو رہی ہیں تھی اور ہونٹ سرخ انار کی طرح تھے۔صاف و شفاف چہرہ۔

وہ چہرے سے چینی لگ رہی تھی۔

ویلکم ٹو انڈونیشیا!اس نے لڑکی کو کہتے سنا، پھر اپنی انکھیں بند ہوتی محسوس کیں

99_____

انڈونیشیا! انڈونیشیا۔

فلسطین سے انڈونیشیا ڈائیرکٹ فلائٹ نہیں ہوتی، connecting routes کے استعمال سے وہ انڈونیشیا لائی گئی تھی کون لایا تھا اسے؟

اثمار وہ کہاں تھا؟ زینب؟ چچا، اسے رہ رہ کر وسوسے ستانے لگے۔

وہ کمرے میں اکیلی تھی، اس نے اٹھنا چاہا مگر پیروں نے ساتھ نہ دیا۔

اسے لگا وہ کبھی چل نہ پائی تھی وہ بیڈ اسے اترنے لگی مگر لڑکھڑا کر وہ گری،

وہ لڑکی اندر آئی۔

اس نے ذمارہ کا ہاتھ پکڑا کھڑا کر کے پوچھنے لگی۔

ذمارہ نے باتھ روم جانے کا کہا۔

وہ اسے ساتھ لے گئی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر سے بستر پہ تھی۔ جسم تھکان زدہ تھا۔

ذمارہ نے اس لڑکی کو منت بھرے لہجے میں بلایا۔

مجھے بتادیں میرے شوہر؟

مس ہماری کچھ ٹرمز ہوتی ہیں پرائیویسی! مگر آپ حوصلہ رکھیں سب بہتر ہو گا۔ وہ اس کے بازو میں انجکیشن لگا کر بولی۔

سی! ذمارہ نے ہلکا سا درد محسوس کیا۔

دماغ پھر سے خالی ہونے لگا، آنکھیں پھر سے بند ہونے لگیں۔۔۔100

کئی دن وہ اسی کمرے میں رہی۔

مجھے کوفت ہو رہی ہے مجھے یہاں سے نکالیں! ذمارہ لڑکی کو التجائیہ کہنے لگی۔

لڑکی مسکرائی۔

یہ کھانا پورا کر لیں؟ لڑکی نے اس کے سامنے کھانا رکھا تھا۔

چار و ناچار اس نے چند لقمے حلق سے اتارے۔

لڑکی چپ چاپ اپنی سروس دے رہی تھی۔

آپ کا نام کیا ہے؟ ذمارہ نے پوچھا۔

عمارہ! لڑکی نے آرام سے کہا۔

اچھا! وہ پھیکا سا مسکرائی۔

جیسے بہنوں کے نام۔ ہوں، ذمارہ عمارہ، وہ لڑکی شکل سے ترک معلوم ہوتی تھی وہ ذمارہ کی بات سن کر مسکرائی۔

شاید بہنیں ہیں ہوں، عمارہ نے روانی میں کہا۔ ذمارہ نا۔ سمجھی میں سر ہلا گئی۔۔۔ 101

وہ ایک دو منزلہ فلیٹ تھا، جس کے اوپر والی منزل پہ ذمارہ کو رکھا گیا تھا، اس نے کھڑکی سے پردے ہٹائے تو شام کا وقت تھا۔ کالے سلاخوں والے دروازے کے اوپر لائٹ بلب جل رہے تھے جو روشن تھے، اس کے ساتھ باہر ایک کار کھڑی تھی، گھر کے اندر نظر ڈالو تو بڑا سا لان ہے جس میں سوئمنگ پول ہے گھر کے اطراف میں ڈیزائنر گملے رکھے ہیں، وہ ایک پرسکون جگہ معلوم ہوتی تھی مگر دل کا موسم خراب ہو تو باہر کا منزل خوشی نہیں دیتا۔

اس نے کھڑکی پہ پردہ کیا اور ہٹ گئی، اسے یہاں آئے نہ جانے کتنا وقت ہو گیا تھا، اسے یاد نہیں تھا اس کی زندگی کے دو ماہ بلینک تھے اور یہ اس کے لئیے نا قابل یقین تھا۔۔

وہ مڑی اس نے کمرے کو دیکھا صاف ستھرا کمرہ دیوار کے اندر بنی الماریاں، الماریوں کے ساتھ واشروم، گھوم کر بیڈ کی طرف آؤ تو سنگل بیڈ اس کے ساتھ سائیڈ ٹیبل جس پہ جگ گلاس رکھے گئے ہیں، اور ایک چھوٹا سا اسٹول ،کونے میں ایک سٹینڈ کالے رنگ کا اس کے تین خانے تھے جہان موم بیتیاں رکھی گئیں تھیں اس نے ٹھنڈی سانس لی اور بیڈ پہ جا لیٹی بازو انکھوں پہ رکھ دیئے۔۔۔۔۔۔ 102

اس نے دروازہ کھولا، اس نے گھر پہ نظر ڈالی کافی ماڈرن گھر تھا، دو طرف سے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں بکل عین سامنے سلائڈ ڈور تھے، وہاں سے ایک عجیب سے دیوار تھی جس کے اندر ڈیزائنر خول تھے، اس کے ساتھ اوپن کچن تھا جس پہ کالے رنگ کے ماربل سے کام ہوا تھا، دوسری طرف

ایک واٹر کولر تھا،اس کے ساتھ بڑی سی سکرین والی ٹی وی، صوفے رکھے گئے تھے، کونے میں ایک سٹینڈ تھا جہاں جوتے رکھے گئے تھے،اس کے ساتھ تھوڑا آگے کو واشروم تھا، عمارہ بک پڑھ رہی تھی، زمارہ نے اسے دیکھا اور اس کی طرف بڑھنے لگی۔۔۔۔۔۔۔103

عمارہ اس کو دیکھنے لگی جو سرخ رنگ کا ٹاپ اور کالے رنگ کا ٹراوزر پہنے تھی سر پہ سکارف تھا۔ عمارہ مسکرائی۔

زمارہ البتہ بے تاثر تھی وہ اس کی طرف آئی عمارہ نے سامنے صوفے پہ بیٹھنے کی پیش کش کی۔وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

پھر گھر میں نظریں دوڑانے لگی۔

کوئی نہیں ہے میرے سوا! عمارہ نے شستہ عربی میں کہا۔

کیوں ؟ زمارہ نے پوچھا۔

کوئی بچا ہی نہیں مجھے چھوڑ کر،وہ تلخی سے مسکرائی۔

زمارہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی وہ بکل ترکی نسل سے لگتی تھی۔

آپ کب سے یہاں ہیں ؟ ذمارہ لے ہمت جمع کر کے پوچھا۔

دو تین سال سے ،اس نے زمین سے پیر اٹھا کر صوفے پہ سیدھے کیئے۔

اچھااور میں کب جاؤں گی یہاں سے !اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

ایک ہفتے میں مگر آپ فلسطین نہیں پاکستان جائیں گی اپ کا پاسپورٹ وغیرہ سب تیار ہے آپ کی ڈگری !آپ کے ساتھ آپ کی کزن بھی جائیں گیں فکر کی بات نہیں ہے !وہ سنیجدگی سے بتانے لگی اس نے اٹھ کر دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر سلائیڈنگ ڈور کے اندر قدم رکھے واپسی پہ اس کے ہاتھ میں ڈاکومنٹس تھے۔

آپ کے اہل خانہ کی وجہ سے آپ کو جانا پڑے گا بنا مفاہمت کے ،آپ سمجھ رہی ہوں گی۔ذمارہ کاغذاتِ کو پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

یہ سنبھال کے رکھنے ہیں !عمارہ نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے !وہ اہستگی سے بولی۔

ایک اور چیز ہے آپ کے لئیے، عمارہ جھکی اس نے اپنے صوفے پہ ایک بٹن کلک کیا وہ کھل کر باہر ایک دراز کی شکل میں آیا۔

عمارہ نے ایک شاپر اس کی طرف بڑھایا۔

آگ کی وجہ سے اپ کے بال تھوڑے جھلس گئے تھے تو ان کی کٹنگ کر لی مگر آپ کی گروتھ اچھی ہے، یہ شیمپو ہے، اور کچھ دوائیں ہیں جو زخم پہ لگانی ہے یہ داغ ہٹ جائے گا۔اس نے عمارہ کے چہرے کو دیکھا وہ نامحسوس انداز میں چہرہ جھکا گئی۔

جب تک یہاں ہو جو دل کرتا ہے کرو، وہاں کچھ لیٹرز پڑے ہیں پڑھ لینا، شیشے کی طرف اشارہ کر کے وہ بولی، اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔۔104

ذمارہ نے اپنے قدم شیشے کی جانب بڑھائے اس کے ساتھ ایک ڈریسر تھا جس پہ وہ خطوط پڑے تھے۔

زمارہ! میں زینب ہوں، پتا نہیں خط تم تک پہنچے گا کہ نہیں میں تمھیں اور بھائی کو بہت یاد کرتی ہوں ان کے جانے کے بعد مجھ پہ بوجھ بڑھ گیا ہے، بابا ٹھیک نہیں رہتے، مگر وہ تنظیم کی نگرانی میں ہیں، انھوں نے مجھے محفوظ مقام پہ بھیج دیا ہے، میں جلد تم سے ملوں گی۔

بھائی نہیں رہے! اس نے بے یقینی سے اس سطر کو بار بار پڑھا۔

وہ گھٹنوں کے بل گری، انکھوں کے اگے اندھیرا چھایا۔

نہیں وہ زندہ تھا!

سانس؟ زمارہ کو یاد آیا، اثمار کی سانسوں کی اواز نہیں تھی۔

اس کی پیٹھ پہ زخم تھے، چہرہ زخمی تھا۔

نہیں ایسے کیسے ہو سکتا یے، اس نے غصے سے خط پھینکا اور رونے لگی۔

عمارہ آوازیں سن کر اس کی طرف آئی وہ سہم کر پیچھے ہونے لگی، عمارہ اسے حوصلہ دے رہی تھی اس کی پشت سہلا رہی تھی زمارہ بس نفی میں سر ہلائے جا رہی تھی۔۔۔۔۔

اللہ کا حکم تھا! حوصلہ کرو, عمارہ نے اس کو ساتھ لگا کر کہا۔

میں اپنے شوہر سے پیار کرتی ہوں، وہ مجھے ایسے کیسے چھوڑ کر جا سکتے ہیں، وہ تو لوگوں کی مدد کر رہے تھے اللہ غارت کرے ظالموں کو، میں اپنی انکھوں سے ظالموں کو تباہ ہوتے دیکھوں، وہ دھاڑیں مار کر رو رہی تھی، عمارہ کو اس سے ہمدردی ہوئی۔

خاندان کھونا کیا ہے میں بھی جانتی ہوں مگر ہم بے بس ہیں ہمارے ہاتھوں میں کچھ نہیں، سب پھسلتی ہوئی ریت ہے، وہ اس کے چہرے کو تھام کر بولی۔

زمارہ ہچکیاں لینے لگی۔

صبر کرو، ظالموں کا زوال آئے گا ضرور آئے گا حسبنا اللہ! اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

وہ مسلسل روئے جا رہی تھی، اب چپ ہو گئی کتنا حوصلہ تھا اس لفظ میں، اللہ ہے ناں۔۔۔۔۔۔

ویسے آپ اکیلی ہیں، شادی کا نہیں سوچا؟ زمارہ کے بالوں میں کنگھی کرتے عمارہ کے ہاتھ تھمے۔

ہمم سوچا تھا پر کوئی فائدہ نہیں تھا! وہ تھوڑا پاز لے کر بولی۔

مطلب؟ زمارہ نے رخ اس کی طرف موڑا۔ وہ سوئمنگ پول کے پاس ایک جگہ بیٹھی تھی، لکڑی کی مدد سے اک خاص قسم کی سیٹ تھی جو فرش کی طرح دکھتی تھی۔

میری چھے سال کی بچی کو چھے سو گولیوں سے بھونا گیا تھا، مجھے ٹارچر کیا گیا، میری نسوانیت کی دھجیاں اڑائیں گی، میں زندہ چھوڑ دی گئی، مگر میں پھر زندہ نہیں رہی تھی، میں کبھی ماں نہیں بن سکتی تھی اس کے بعد! سب کچھ کھو دیا۔ اس نے ایک آہ بھری سانس اندر کی طرف کھینچی۔

!آپ یہاں کیسے آئی تھیں

اہاں! انھوں نے اس کی چوٹی اس کے شانے سے اگے ڈالی اور نفی میں سر ہلا یا۔

لائی گئی تھی! مسیحا تھا کوئی! وہ ہلکا سا سر کو خم دے کر بولیں۔

زمارہ نے حسرت سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

کیا آپ میرے ساتھ نہیں جا سکتی پاکستان؟ وہ عمارہ کے دونوں ہاتھ تھام۔ کر بولی۔

نہیں بچے! میں عہدہ سمبھالے ہوئے ہوں! تم جیسی کئی وکٹم کی تھراپی ہم کرتے ہیں یہی ہمارا کام ہے، ظالم ٹارچر کریں گے، مگر وہ تمہیں تباہ نہیں کر سکتے کیونکہ دین صرف اللہ کا کامیاب ہو گا۔

اولئیک علی ھدی من ربھم واولئیک ھم المفلحون

یہ چیز تو قرآن کے شروع میں ہی بتا دی گئی۔ پھر ڈر کس بات کا۔ وہ کتنی معتبر تھیں، زمارہ نے رشک بھری نظروں سے اس ماں، بیٹی، عورت، بیوی کے ایک ساتھ عکس دیکھے۔

دل سے نکلا۔

حسبنا اللہ

ایک ہفتے بعد وہ تیار تھی، وہ بار بار ہونٹ کاٹ رہی تھی، نا سمجھی سے کبھی بیگ کو کھروچتی کبھی، سیٹ پہ بیٹھے، ادھر ادھر دیکھتی، اس نے سر پہ پی کیپ پہنی تھی جس کے نیچے حجاب تھا، عبایے میں بھی وہ ماڈرن لگ رہی تھی، اسے عمارہ کی یاد ستا رہی تھی۔

لوگ سب ویٹنگ ایریا میں تھے، سٹاف اپنے کام میں مصروف تھا، طیارے لینڈ کرتے اور اڑتے ! اس نے گہرا سانس خارج کیا۔

گلاس ڈور کی طرف اس نے نظر دوڑائی۔

اچانک اسے کالی رنگ کی شرٹ میں کوئی نظر آیا جس کی پشت اس کی طرف تھی۔

زمارہ نے اٹھنا چاہا پھر وہ اس سے پہلے وہاں بڑھتی، اناؤنسمنٹ ہونے لگی۔

اس نے دیکھنا چاہا مگر اس کے اگے بھیڑ نے نظارہ بلاک کر دیا۔ وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا، ذمارہ نے صدمے سے اس مقام کو دیکھا۔ پھر وہ اپنی راہ پہ ہو گئی۔ ایک نظر مڑ کر ائیر پورٹ کو دیکھا۔ پھر وہ طیارے میں بیٹھ چکی تھی۔ اس کی سیٹ جس سیٹ کے ساتھ تھی وہ زینب تھی۔ زینب نے ذمارہ کو دیکھا تو اس کے گلے لگ گئی۔ ذمارہ نے اس کو زور سے گلے لگایا، اگلے ہی لمحے طیارہ پرواز کر چکا تھا۔۔108

میں نے تمھیں بہت یاد کیا! زینب نے نم۔ انکھوں سے اسے دیکھا۔

ذمارہ نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

میں نے بھی! ذمارہ کی انکھیں بتا رہی تھیں، سبز انکھیں بے چین تھیں۔

تم وہاں کیسے گئی ذمارہ؟ زینب نے ہوسٹس سے جوس کا گلاس لیا۔

مجھے کچھ نہیں پتا زینب! وہ رو رہی تھی، حالات نے مجھ سے دو ماہ کی یاداشت چھین لی اور یہ وقت مجھے سب سے برا لگا۔ اس نے سر زینب کے کندھے پہ ڈھلکا دیا۔

اچھا چھوڑو یادداشت نہ ہی ہو تو اچھا ہے! ذینب نے تلخی سے کہا۔

نہیں، مجھے بھی لگتا تھا یادداشت تیز ہونا کرسڈ ہے مگر پھر جب میری زندگی کے بلینک صفحات کو دیکھا تو مجھے خود پہ ترس آیا۔۔ذمارہ نے آہستگی سے کہا۔

ہو سکتا ہے اللہ خود نہیں چاہتے کہ تم وہ جانو کیا پتا تمھارا اس سے انجان رہنا بہتر ہے؟ وہ اسے تسلی دے کر بولی۔

ٹھیک! وہ چپ ہو گئی۔ سفر اختتام کے نزدیک تھا۔۔۔۔109

وہ پاکستان میں قدم رکھ چکی تھیں۔انھیں عجیب لگ رہا تھا، ذمارہ کے دل میں پاکستان کو لیکر کوئی مثبت سوچ نہیں تھی۔یہ بات اسے ائیرپورٹ پہ پہنچ کر صحیح لگنی لگی۔جب اس نے قہقے لگاتے سٹوڈنس کو دیکھا جو پوسٹ لگا رہے تھے۔

یہ اطہر اور اس کے گروپ سے پہلا سامنا تھا۔

اس نے کوئی دلچسپی نہیں دکھائی، اس کے بیگ میں ہر ضرورت کی اگاہی کے لئیے ڈائیری موجود تھی جو اسے عمارہ نے دی تھی۔

وہ گاڑی میں بیٹھادی گئیں اب سب کو کہیں نہ کہیں پہنچادیا گیا تھا، ذمارہ چپ چاپ اسلام آباد پہ رنگینیاں دیکھ رہی تھی مگر زینب نے سمجھایا۔

انسان دوسروں کے غموں کے لئیے اپنی خوشیاں کم ہی قربان کرتا ہے اس نے نفی میں سر ہلادیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔110

فلیش بیک۔۔۔۔

ذمارہ نے وقت دیکھا شام ہونے کو تھی، وہ اٹھی سامان سمیٹا۔

پھر شاپر دیکھا، کھولا تو عبایا تھا۔

تمھیں جو کوئی بھی جنت کے پتے دے تو تھام لینے چاہیں؟ اس نے ایک دم سوچا۔

پھر ضمیر سے آواز آئی اگر یہ تحفہ منشاہ کی طرف سے ہوتا تو کوئی بات نہیں مگر اگر کسی اور نے دیا تو واپس دینے کے بجائے اس کہ قیمت ادا کرے گی۔

کالے رنگ کا عبایا تھا، وہ مسکرائی، عبایا خوبصورت تھا۔

بازوں میں الاسٹک تھی، وہ اسے بہت اچھا لگا۔ وہ اب پہن کر ٹرائے کرنے لگی۔۔۔۔111

وہ بالکنی میں کھڑی نیچے روڈ پہ دیکھے جا رہی تھی، وہ انتظار میں تھی، ایک گاڑی رکی، منشاہ اتری اس کے ساتھ زینب کو ہاتھ پکڑ کر اتارا، اطہر گاڑی پارک کر رہا تھا، اب وہ اتر کے منشاہ کے پاس آیا اس نے زینب کو دیکھا پھر اس کی چادر زمین سے اٹھائی، زینب سنبھل گئی۔

وہ اب کچھ کہہ رہا تھا، ذمارہ نے نوٹ کیا وہ عام مردوں سے مختلف تھا اس نے نظر نہیں اٹھائی تھی زینب کی طرف جب کے منشاہ کے سر پہ ہاتھ رکھ رہا تھا۔

وہ لفٹ تک چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا اور جب تک وہ اپنے گھر پہنچتا ذمارہ بالکنی سے ہٹ گئی تھی۔

اس نے دروازہ کھولا۔ زینب کو اندر لایا۔

ہاتھ پہ ڈرپ تھی سنبھل کر اس کے پیر بیڈ پہ کیئیے، زینب کی انکھیں بند ہونے لگیں۔

گھبرانے کی کوئی بات نہیں بس اسٹریس ہے، منشاہ نے ذمارہ کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

ہمم! اس نے ہونٹ بھینچے۔

میں کچھ بنا لوں؟ ذمارہ نے کہا۔

نہیں وہ کھانا اطہر لا رہا ہے اس کی مما ساتھ ائیں گی! مجھے جانا ہے گھر میں مما اکیلی ہیں! وہ کھڑے کھڑے بولی۔

اچھا ٹھیک میں یہاں سنبھال لوں گی۔ وہ تسلی بخش لہجے میں بولی۔

خیال رکھنا خدا حافظ! منشاہ اس کا گال چھو کر بولی۔

ٹھیک تم بھی! وہ اس کے گلے لگی انداز مشکورانہ تھا۔۔۔۔۔۔۔112

وہ زینب کو دوائی دے رہی تھی جب دروازے پہ ناک ہوا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا پھر زینب کو گلاس پکڑا کر دروازے کی سمت آئی۔

اسلام و علیکم ! اطہر کی امی، تمینہ بیگم باہر تھیں۔

و علیکم بچے ! انھوں نے مسکرا کر جواب دیا ہاتھ میں ہاٹ پاٹ تھا۔

یہ ! انھوں نے اس کی طرف ہاٹ پاٹ بھڑایا۔

اس کے لئیے ضرورت تھی آنٹی ! وہ شرمندگی سے بولی آئیں نہ اندر، وہ راستہ چھوڑ کر کہنے لگی، دو کمرے ایک چھوٹے سے اوپن کچن کو دیکھ مسکرائیں۔

پھر زینب کی طرف بڑھی ! اسلام و علیکم زینب نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

لیٹی رہو بچے ! کس طرح ہے طبیعت ! وہ اس کے پاس بیٹھی، تب تک ذمارہ برتن خالی کر چکی تھی،

بہتر ہوں ! زینب نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔

اللہ تمھیں صحت دیں ! وہ اس کے گال چھو کر بولیں۔

آمین . ذمارہ نے کہا۔

اطہر بھی آیا ہے پر وہ سیڑھیوں پہ ہی رک گیا، کہہ رہا تھا اچھا نہیں لگتا!

انھوں نے استفسار کیا۔

ذمارہ مسکرائی۔

آنٹی جوس! ذمارہ نے گلاس ان کے آگے کیا۔

جیتی رہو! وہ مسکرا کر گلاس تھام گئیں۔

کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی تھیں۔

ذمارہ نے مسکرا کے انھیں الوادع کہا اور اب وہ زینب کو کھانا کھلا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔113

اچھا لڑکا ہے! زینب نے استفسار کرتے ہوئے کہا۔

ہمم، ذمارہ نے تائید کی۔

وہ میں کیا سوچ رہی تھی! زینب نے بات جاری رکھی۔

تمھیں ایسی سوچیں نہیں سوچنی چاہیں! وہ ایک دم اس کا اگلا موضوع بھانپ کر بولی۔

زینب خفا ہوئی۔

میں تو بس! وہ صفائی دینے لگی۔

یہ دوائی، ایک بار لینی ہے! ذمارہ نے اسے خاطر میں نہ لاتے ہوئے سریپ دکھائی۔

زینب نے برا سا منہ بنایا۔

یہ والی دو ٹائم، وہ اب دوائی کی ہدایتکاری کر رہی تھی جب کہ زینب زاویے بگاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

ایسے مت دیکھا کرو! پہلے سی پیاری نہیں رہی! وہ پھیکا سا مسکرائی۔

بکو مت! خدا نے انسان کو بہترین پیدا کیا ہے! وہ ناراض ہوئی تھی۔

اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا، ذمارہ بیڈ پہ لیٹ کر اس کی طرف مڑی وہ سیدھے چھت کو دیکھ رہی تھی۔

ہماری چھوٹی چھوٹی شکایتوں سے خالق ناراض ہوتا ہو پھر؟ زینب نے اسے احساس دلانا چاہا۔

زمارہ چپ ہو گئی۔

ہم سے زیادہ لوگ خسارے کی زندگی جیتے ہیں، ہم تو بالکل ٹھیک ہیں، صحت مند ہیں انسان کو شکریہ ادا کرنا چاہیے۔زینب اس ڈانٹ رہی تھی۔

اچھا بس باقی کل ڈانٹنا تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟ وہ شرارت بھرے لہجے میں بولی۔

زینب نے انکھیں نکالیں۔

پلیز مجھے مت ڈراؤ، دیکھو میں ڈر جاتی ہوں میرے ہاتھ پیر کانپنے لگ جاتے ہیں، وہ اداکاری کرنے لگی۔

دفع ہو تم! زینب ہنسی۔۔۔۔۔۔۔114

سورج پوری آب وتاب کے ساتھ اترا تھا، پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آرہی تھیں، زمارہ نے انگڑائی لی۔

سبحان تیری قدرت، اس نے کھڑکی سے نظارہ دیکھ کر کہا۔

وہ مسکرائی، زینب لیٹی ہوئی تھی،۔

یونیورسٹی جانے کی تیاری کرنے لگی، ذینب کے لئیے ناشتہ بنا کر رکھ دیا تھا، بالکنی میں نظر دوڑائی، پردے ہٹے وہ شرٹ بدل رہا تھا، ذمارہ نے فورا رخ بدل لیا مطلب وہ تیار ہو رہا تھا۔

وہ بیگ پیک کرتی، کمرہ لاک کرتی نکل آئی۔ بظاہر یہ اتفاق ہو گا کہ وہ دونوں ساتھ نکلے ہیں۔۔۔

ابھی شاید وہ لفٹ سے نکلے گی، اطہر نے خود کلامی کرتے ہوئے سن گلاسز لگائیں۔

کان میں بلیوٹوتھ لگائے۔

ذمارہ نے اطہر کو دیکھا تو اس کے ساتھ جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے پاس موجود فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے دیکھا تو نوٹیفیکیشن تھا۔

وفادار رہیں! صرف محرم سے، آپ کو لوگوں سے نہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے کئی بار سفر اکیلے طے کرنے چاہیں۔۔۔

انجان نمبر سے میسج تھا، وہ چونکی مگر پھر اس نے اطہر کو جانے دیا وہ گھبرائی تھی مگر یونیورسٹی پہنچ گئی تھی۔اس نے جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون تھا۔۔۔۔۔۔115

اطہر کو عجیب لگا مگر وہ مسکرا کر کلاس میں آگیا وہ اس سے تھوڑی دیر بعد آئی تھی، آج وہ اطہر سے دور بیٹھی تھی۔

اطہر کو عجیب لگا مگر وہ کچھ نہیں بولا۔

زمارہ آج سارا دن چپ تھی وہ بار بار فون پہ وہ مسیج دیکھ رہی تھی۔

تم نے عبایا دیکھا؟ منشاہ نے بالآخر پوچھ لیا۔

ہاں مجھے تم سے کچھ جاننا تھا، وہ کس نے دیا؟ سچ بتانا! زمارہ نے کڑے لفظوں میں پوچھا۔

اطہر نے! وہ جھوٹ نہیں بول سکی۔

یہ ان کے پیسے ! ذمارہ نے بیگ سے پیسے نکال کر تھمائے۔

گفٹس صرف محرم سے لینے چاہیں، میں ان کی نیت نہیں جانتی مگر میں کسی کے احسان نہیں اٹھا سکتی، ورنہ میری ایک غلطی پچھتاوا بننے میں دیر نہیں کرے گی۔ وہ سنیجدگی سے بولی۔

اطہر نے اس کی طرف دیکھا۔ اسے آواز نہیں آرہی تھی مگر وہ سمجھ چکا تھا کہ مسئلہ کی نوعیت کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔116

وہ واپسی میں بھی اکیلی گھر آئی تھی، عبایا اتارا، زینب کو دیکھا وہ بہتر تھی۔

پھر واشروم چلی گئی، عصر کا وقت تھا نماز پہ بیٹھی، وہ دوسرے کمرے میں وہ مسلسل سوچتی رہی۔ سوچیں خلا ہو چکیں تھیں۔

کیا عورت کو کوئی عبایا دے تو اس میں کچھ غلط تو نہیں ! ایک ذہن میں خیال آیا۔

مگر عبایا دینے والا محرم تو نہ تھا، عورت اگر یہ سوچ کے مرد کے لئیے نرم پڑ جائے کہ وہ تو دین کی خاطر آپ کو ایسی چیز تحفے میں دے رہا جس سے آپ

چھپی رہیں، مگر آپ نامحرم سے تحفے لیں گی تو آپ کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہونے دیر نہیں لگتی اور بیج کب پودا بن جائے معلوم نہ ہو، اس لیئے عورت کی باؤنڈریز ہونی چاہیں۔

وہ رقم دے کر مطمئن تھی، آج اثمار بہت کثرت سے یاد آرہا تھا۔

۔۔۔۔؟۔۔۔۔۔۔117

وہ اس کے لیئے ایرانی چادر لایا تھا جو خاص طور پہ نماز پڑھنے کے لیئے استعمال کی جاتی یہ ایک بہترین کور تھی باز والاسٹک کے تھے۔

یہ کیوں پیسے ضائع کیئے آپ نے اچھا بھلا ہو جاتی ہے نماز ایسے بھی ! وہ قیمت دیکھ کر بولی۔

جب ہم محبوب سے ملیں تو سوچتے ہیں ہم اچھے لگیں ہیں ناں ! اثمار نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا۔

ہمم ! اس نے سر کو خم دیا۔

تو اللہ کے سامنے کیوں نہیں حجاب کبھی ادھر ادھر ہو جاتا ہے کھل جاتا ہے، پھر سے تم نماز نیت کرنے لگتی ہو، اس کا تو فایدہ ہے تم خدا کو پردے میں پسند ہو! اس لئیے تمھارے لئیے یہ بہترین تحفہ ہے۔۔ وہ اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

پر اللہ نیت دیکھتے ہیں اثمار! وہ اب بھی اٹل تھی۔

جانتا ہوں مگر تھوڑی کوشش میں حرج نہیں ہے اس سے تم سکون سے یہ فکر کیا بنا رب کے خضور نماز ادا کر سکتی ہو یہ سوچے بغیر کہ دوپٹہ سرک گیا ادھر ادھر ہو گیا۔

خدا سے جب ملتے ہیں تو ساری فکریں چھوڑ کر ملتے ہیں خالص ہو کر! وہ اس کی ناک چھو کر بولا۔

بات میں دم ہے! وہ آخر نتیجہ پہ پہنچ کر بولی۔

اب وہ اسے پہننا سکھا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔118

نماز کافی لمبی نہیں ہوگئی! زینب نے دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر پوچھا۔

کاش حلاوت آجائے! اس نے سجدے سے سر اٹھا کر پوچھا

ہائے ہم خوشنصیب ہوتے پھر تو! وہ دل پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

پہلی کوشش خود کرنی پڑتی ہے، وہ جائے نماز اٹھا رہی تھی۔

بات تو ٹھیک بولی۔

چلو کھانا کھالیں! زینب اسے کہہ کر باہر چلی گئی۔

یااللہ میں خود کو تیرے سپرد کرتی ہوں بس بھٹکنے نہیں دینا۔

وہ دونوں چپ چاپ کھانا کھارہی تھیں۔

ذمارہ نے برتن دھوئے، اسفنج میں جاگ تھا وہ زینب کے پاس گئی جو ٹیبل پہ بیٹھی تھی،

کیا؟ زینب نے اس کا ارادہ بھانپ لیا۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کو جاگ لگا رہی تھی وہ ہنس رہی تھیں سارے دکھ بھلا کر۔۔۔۔119

آج زینب بھی تیار ہوئی تھی، ذمارہ بالکنی کی طرف گئی اس نے خالی روڈ دیکھا پھر سکون کا سانس لیا۔

فون بجا۔

زہے نصیب! بالکنی میں کھڑے ہو کر یہ نہ سمجھیں آپ کو کوئی دیکھ نہیں رہا، حجاب آپ بھول چکی ہیں کہیں، بال کور کر لیں یہ نہ ہو کہ کوئی اپنا ایمان آپ کے بالوں کی خوبصورتی دیکھ کر کھو بیٹھے!

میسج سے اس کے ہاتھ پسینہ سے تر ہوئے اس نے ادھر ادھر دیکھا، اطہر کہ بالکنی خالی تھی کھڑکی بند تھی۔اس نے ہونٹوں پہ آیا پسنیہ صاف کیا وہ اندر کی طرف لپکی، حجاب لیا۔

گھبرائی ہوئی کیوں ہو! زینب نے پوچھا۔

نہیں ایسے ہی، وہ مسکرا کر گھبراہٹ چھپا گئی۔

چلیں؟ وہ جلدی سے بولی۔

ہاں چلو! زینب نے بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

وہ اب سارے راستے ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھی دماغ اب بھی میسج

پہ ٹکا تھا کون تھا؟...........120

وہ گراؤنڈ میں منشاہ کے ساتھ بیٹھی کسی بات پہ ہنس رہی تھی، نقاب زرا

ڈھیلا ہوا تو اس کے گلابی ہونٹ ظاہر ہوئے۔

وہ باتوں میں مگن تھی جب فون پھر سے روشن ہوا۔

منشاہ کو اشارہ کر کے وہ اٹھی۔

ہم اگر تیرے خدوخال بنانے لگ جائیں
صرف آنکھوں پہ کئی ایک زمانے لگ جائیں

میں اگر پھول کی پتی پہ ترا نام لکھوں

تتلیاں اُڑ کے ترے نام پہ آنے لگ جائیں

تو اگر ایک جھلک اپنی دکھادے اُن کو
سب مصور تری تصویر بنانے لگ جائیں

ایک لمحے کو اگر تیرا تبسم دیکھیں
ہوش والوں کے سبھی ہوش ٹھکانے لگ جائیں

ہم اگر وجد میں آئیں تو زمانے کو سعید
کبھی غزلیں تو کبھی خواب سنانے لگ جائیں

نقاب سرک گیا ہے آپ کا، خیال رکھیں، کئی مصور، شاعر جاگ جائیں گے۔

اب کی بار ذمارہ کو بہت غصہ آیا۔اس نے نمبر بلاک کر دیا۔ پھر منشاہ کے پاس جا بیٹھی، زینب نے اور منشاہ نے اسے دیکھ کر چپ سادھ لی

------121

حد ہو گئی ہے، جنجھلا کر فون بیڈ پہ پھینک کر ذمارہ زینب کے پہلو میں بیٹھ گئی جو سیب کاٹ رہی تھی۔

کیا ہوا! کوئی پریشانی ہے؟اس نے سیب کا کش اس کی طرف بڑھا کر پوچھا۔

میں خود ہی پریشانی ہوں یار! وہ جنجھلا کر بولی۔

اللہ خیر کرے بتاؤ کیا ہوا، زینب سیدھی ہو کر بیٹھی۔

پتا نہیں کون ہے باقاعدہ نظر رکھ رہا ہے میں کس کے ساتھ ہوں کیا کر رہی ہوں سب پتا ہے اسے! وہ چڑ کر بولی۔

ہیں! زینب انوکھی ہنسی۔

مجھے نہیں لگتا اس میں کوئی مذاق ہو؟ وہ خفا ہوئی تھی۔

پر میں تو مرعوب ہوئی۔ وہ محظوظ ہوتے بولی۔

کیا یار ! ذمارہ نے اسے منہ بسور کر دیکھا۔

اچھا چھوڑو شارٹ موی پہ کام شروع کیا؟ وہ چھری سائیڈ میں رکھ کر بولی۔

ذمارہ نے سیب نگل کر اسے دیکھا۔

ہو گیا ہے ٹاپک، میرے پاس جو ریکارڈ ہے میں اس کو ڈاکو منٹری میں پیش کروں گی۔ وہ بے فکری سے بتانے لگی۔

میری نصیحت مانو تو، کچھ اور بنالو، کون سنے گا ہمیں، پاکستان کی عوام آلو پیاز کی قیمتوں سے لڑ رہی ہے اس وقت وہ حرب کے لفظ سے ناواقف ہیں،

زینب نے طنزیہ کہا۔

ہمم جانتی ہوں، ذمارہ نے آنکھیں بند کیں۔

نصیحت!!!!!!

یاد آنے لگا کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔122

ذمارہ آپ کو منع کیا تھا کہ اکیلی باہر نہ جایا کریں ! وہ شیشے کے سامنے کھڑی کنگھی کر رہی تھی جب اشمار اس کے پیچھے نمودار ہوا۔

زمادہ نے زور سے آنکھیں میچیں۔

اب آنکھیں بند کرنے سے تلافی ہو جائے گی؟ یا فرار ہو جائیں گی آپ! اس کو یوں دیکھ وہ بامشکل ہنسی روک کے کھڑا ہوا، دونوں بازو باندھے وہ اس کی اس حرکت کو دیکھنے لگا۔

بال پشت پہ بکھرے تھے، وہ تھوڑا سا آگے بڑھا بال اٹھا کر آگے کی طرف کیئیے، اور ٹھوڑی زمارہ کے کندھے پہ ٹکا دی۔

وہ حیا کے رنگوں میں پنہاں ہونے لگی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

آپ سوچ رہی ہو کہ میں آپ اگر نصیحت کر رہا ہوں تو خود کو زیادہ . سمجھدار سمجھتا ہوں مگر نصیحت وہی کرتے ہیں جو خسارے اٹھا چکے ہوتے ہیں زمارہ اور میں نے بہت خساروں میں بہت نقصان اٹھایا ہے۔ وہ لمحہ خزن کے تخت بولا۔

آئیندہ نہیں کروں گی! وہ اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بولی،۔

اچھی بات ہے شوہر کی بات ماننے والی بیویاں جنت میں جائیں گی ! وہ شوخا ہوا۔

ہاں اور پھر ہمیں جنت میں بھیج آپ حوروں کے ساتھ ہوں گے ! وہ اداسی سے منہ بسور کر بولی۔

تو گر مل جائے جنت میں

پھر کہاں طلب ہو ہمیں حوروں کی۔

وہ اس کے کانوں میں سرگوشی کر کے بولا۔ذمارہ کے کان سرخ ہونے لگے۔

اسی اثناء میں زینب آگئی وہ جھٹکے سے دور ہوا۔ زینب شرمندہ ہوئی۔ وہ اس کے ماتھے پہ انگلی سے مارتا ہوا بولا۔

اسی لئیے اجازت لے کر آنے کا حکم ہے ! وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔۔۔۔۔123

کلاس اینڈ ہوئی تو حمزہ کے فون سے بجنے والی رنگ اس کو لمحوں پیچھے لے گئی۔۔

فلیش بیک۔

hetti

تم رکھو

rasek 'al makhdeh

تکیے پہ سر اپنا

joua albi ma fi adekh

(تمھارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا میرے دل میں)

loono abyad howe albek

سفید رنگ تمھارے دل کا رنگ ہے

ma hada zayek

تم جیسا کوئی نہیں ہے

yomma sho ajabani raddeck

میں تمھارے جواب سے پیار ہے۔

ana dayman ha dalni janbek

(اور میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں)

lawo kano kullam deddek

(میں تمہیں چاہتا رہوں گا۔)

اثمار گا رہا تھا، ذمارہ سفید کپڑے پہنے تھی اثمار کالی شرٹ میں ملبوس تھا، وہ اس کو گول گھمار رہا تھا وہ مسکرا رہی تھی وہ ساتھ گانے کے لریکس کو انجوائے کر رہی تھی۔124

ذمارہ! ذمارہ، منشاہ اسے کب سے بلا رہی تھی۔

ہاں ہیں؟ وہ نا سمجھی سے لمحے سے باہر ائی۔

کدھر کھو گئی ہو یار! وہ پریشانی سے بولی۔

نہیں وہ کچھ بس ایسے ہی، ذمارہ نے پیشانی مسلی۔

کیا ہوا، زینب نے فکر سے پوچھا۔

کچھ نہیں ٹھیک ہوں بس ایسے ہی کچھ سوچ رہی تھی۔اطہر نے سر ڈیسک پہ رکھا تھا وہ باخوبی اسے سن سکتا تھا۔وہ اٹھا اور جانے لگا پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اس نے ایک ٹافی زمارہ کے ڈیسک پہ رکھی۔

کھ لیں،وہ مسکرا کر چلا گیا۔

زمارہ نے ٹھنڈی سانس لی اور ٹافی اٹھا کر منہ میں رکھ دیا،ذائقہ گھل مل گیا۔وک تھوڑی مطمئن ہو گئی تھی۔سر درد ہلکا ہلکا شروع ہو چکا تھا

125______

یہ کیا بارش !کلاس ختم ہوئی تو زینب نے باہر کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔

زمارہ نے بھی کھڑکی اسے باہر تکتے ہوئے ٹھنڈی اہ بھری۔

ایسے لمحوں میں پرانے لمحے ہی کیوں یاد آتے ہیں،وہ زچ ہوئی۔

کوئی اندیشہ ہو ان سے ملنے کا

اب تو بارش بھی دستک دے چکی ہے در پہ ہمارے۔

بے اختیار حمزہ نے شعر پڑھا تو کلاس ہسنے لگی۔

حمزہ تم نے بلا کر دروازہ بند کر لینا ہے، طلحہ اس کی ٹانگ کھینچنے لگا۔

ھی ھی، بات تو سچ ہے حمزہ نے تالی ماری۔

منشاہ نے خفگی سے اسے دیکھا وہ انکھیں گھما گیا منشاہ کا دل کیا اس کے دانت توڑ دے۔126

ویسے کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے واپس نہ جاؤں بس یہی ہو کر رہ جاؤں!

بارش کی بوندوں کو ہاتھ میں لیئے زینب نے کہا۔

،ذمارہ نے اسے گھورا۔ i am patriotic اولڑکی خبردار،

سچ بتا رہی ہوں یار، یہ اسلام آباد کتنا پیارا ہے، سکون ہے ناں یہاں شور نہیں ہے قتل و غارت نہیں ہے،زینب نے بوندیں اچھالیں۔

جو بھی ہو اپنا ملک اپنا ہوتا ہے مجھے فلسطین سے پیار ہے میں واپس جاؤں گی!

ذمارہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

فرض کرو میں یہاں مر جاؤں! زینب نے گول گھومتے ہوئے کہا۔

تو تمھاری لاش پیٹی میں ڈلوا کر تمھیں فلسطین لے جاؤں گی کیونکہ تم سے مجھے بغاوت کی بدبو آرہی ہے، ذمارہ اس کے کندھے پہ بازو رکھ کر گرفت بڑھانے لگی۔

لاحول ولا قوۃ! زینب نے خفگی سے اسے دیکھا۔

میں تو مذاق کر رہی تھی، پاکستان اچھا ہے تو بس اس لئیے! زینب نے زبان کاٹی۔

وطن روح من! ذمارہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر وہ جلدی سے گھر کی طرف بڑھنے لگیں۔۔۔۔۔127

یہ پاکستان کا جھنڈا کیوں رکھا ہوا ہے اثمار! اثمار کا ں بیگ پیک کرتی ذمارہ کے ہاتھ تھمے۔

وہ مسکرایا، وہ! پہلے اس نے سیدھی بات بتانی چاہی۔

میری دوسری بیوی وہاں رہتی ہے، ذمارہ کے سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی،۔

پھر تو پاکستان جانا بنتا ہے میرا، وہ ناک بھوں چڑھاتے بولے۔

رہنے دوناں میں ہوں اس کے لئیے ! وہ صوفے سے اٹھااوراس کے پاس آیا جو بیڈ پہ بیٹھی پیکنگ کررہی تھی بیگ کو پرے دھکیلااوراس کے سامنے بیٹھ گیا،اس کے ہاتھ تھامے سبز آنکھیں پھر چمکنے لگیں۔

روح کے حصے نہیں ہوتے ! وہ اعتراف تھااوراس کے لئیے کہنا آسان تھا۔

وہ مسکرادی۔

پاکستان میں ایک گروہ ہے جو ہماری مدد کرتا ہے ہمیں اشیاء خوردونوش مہیا کرتاہے ،اورسب سے بڑی بات میرادوست جو شہید ہوا وہ فلسطینی نہیں پاکستانی تھایہ بات دبادی گئی،وہ دکھی ہوا۔

زمارہ آگے ہوئی اس کے جھکے سر کو دیکھ ٹھوڑی اٹھائی اور وہاں لب رکھ دیئے۔

آپ میرا مان ہیں اثمار مجھے فخر ہے میں غازی کی بیوی ہوں، کہہ کروہ اس کے گلے لگ گئی۔ وہ اس کے شانے پہ سر رکھ گیا۔۔۔۔۔۔

آج وہ کرسیاں بالکنی میں رکھ کر بیٹھی تھی، بارش ختم ہو چکی تھی، ہلکا ہلکا اندھیرا تھا اوپر روڈ پہ سٹریٹ لائٹس جل رہی تھیں۔

چائے کے کپ تھامے دونوں نیچے کا منظر دیکھ رہی تھیں۔

واپسی کا اثمار کی یاد آتی ہے وہ انتظار کر رہے ہوں گے! ذمارہ نے گھٹنے کرسی پہ رکھ کر سر گھٹنوں پہ رکھا تھا

ذمارہ! زینب نے سرد مہری سے اسے پکارا۔

تم جب میرے بھائی کا نام لیتی ہو یہ کہہ کر کے وہ زندہ ہے میرے جسم کو آگ لگ جاتی ہے! وہ برہمی سے بولی۔

زینا! اس نے کچھ کہنا چاہا۔

یہ میرے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھو! بس کر دو بھول جاؤ نہیں ہے میرا بھائی زندہ۔ وہ تیز آواز میں بولے جا رہی تھی کب ذمارہ کا ہاتھ اس کا گال چھو گیا اسے پتا نہ چلا۔

زینب نے پھٹی نظروں سے اسے دیکھا، پھر بنا کچھ بولے اندر چلی گئی، ذمارہ ہکا بکا وہیں بیٹھی رہی پیروں میں سکت نہیں تھی ایسا کیوں ہوتا ہے جب کوئی اپنا ایسی بات کر جاتا ہے اور آپ توقع نہیں کر رہے ہوتے وہ چیز آپ کے دل میں اتر نہیں پاتی، آپ کا جسم لرزنے لگتا ہے، یوں لگتا ہے جیسے بیچ بازار میں کسی نے درہ مار دیا ہو۔۔۔۔۔۔۔129

وہ یوں ہی بیٹھی رہی، رات ہونے لگی، زینب نے ڈھیٹوں کی طرح پھر بالکنی کا رخ کیا۔

اگلی بار خدا کو بولوں گی مجھ میں sensitivity ختم کر دے مجھے بھی نارمل رہنا ہے، لوگوں کے جملوں سے کٹ کٹ کر نہیں مرنا، مذاق کو مذاق سمجھنا ہے اور پھر ہر اس مذاق کے بعد جس میں میری عزت نفس مجروح ہو اس پہ ڈھیٹوں کی طرح ہسنا ہے، وہ رخ موڑے روڈ پہ دیکھتی بولے جا رہی تھی۔

مجھے! ذمارہ نے لفظوں کی قلت کو محسوس کیا۔

مجھے وہ لوگ پسند ہے زمارہ جنھیں کم از کم اپنے رویئے کی ندامت ہو، تم ان میں سے ایک ہو! وہ ہلکا سا مسکرائی تب اس نے تارہ ٹوٹتے دیکھا۔

میرا کہنے کا مقصد وہ نہیں تھا! وہ ندامت سے سر جھکا کر بولی۔

ہمارے لفظ، ہمارے اشارے، ہمارے تاثرات اگلے بندے کے ساتھ کہیں ناانصافی نہ کریں، یہ بات ہر زی روح کو سوچنی چاہیے خیر۔ تم شرمندہ ہو تو معافی چاہیے ہوگی تمھیں ظاہر ہے اگلے دس منٹ میں کافی بنا کر مجھے منا سکتی ہو کیونکہ میں خفا نہیں رہ سکتی! وہ شانے اچکا کر اندر جانے لگی۔

زمارہ ہنس دی، وہ زینب تھی اس کی بہترین دوست۔ غموں کی ساتھی اور غم میں دوستی مزا دیتی ہے جب دوست غم بانٹنے والا ہو۔۔۔۔۔۔130

میری ماں میرے بختوں کی دعا کرتی تھی

مجھے معلوم نہیں تھا وہ تجھ جیسے شخص کو بھیجے گا میری زندگی میں۔

شعر پڑھ کر ذمارہ کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا، اس نے تھوک نگلا،

کون ! یہ پہلا میسج تھا جو اس نے لکھا۔

گارڈ ئین اینجل ! مختصر جواب آیا۔

اب میسج مت کیجے گا ! وہ ترش روی سے لکھتی بلاک کر گئی تھی وہ جانتی تھی اگلے لمحے نئے نمبر سے پھر مسیج وصول ہونے والا ہے وہ جان بوجھ کر فون گھر میں چھوڑ آئی۔

کہیں اطہر تو نہیں ! اس نے سوچا۔

پتا لگانا پڑے گا، وہ کہہ کر یونیورسٹی کی تیاری کرنے لگی۔۔۔۔ 131

گھر واپس آکر اس نے موبائل نکالا تو سکرین روشن ہوئی۔پل کو اسے اچھنبا ہوا کہ کیسے کسی کو معلومات تھیں کہ وہ کب گھر آتی ہے، زینب منشاہ کے ساتھ گئی تھی سو وہ اکیلی واپس اگئی۔

ھی فتاتہ غنیتہ جدہ

اتدری کیف ؟

لانها تمتلک بالایمان،

لا تحتاج الی دعائم الدنیا الزائفتہ

فھی تعلم ان ربھا یسمسک بھا۔

لمحے بھر کو اس کی انگلیاں ساکت ہوئیں میسج جگمگا رہا تھا۔ نیا نمبر تھا۔ میسج مختلف زبانوں میں آتا تھا۔

وہ بہت امیر ہے؟

کیسے؟

کیونکہ اس کے پاس ایمان کی دولت ہے اس لئیے اسے دنیاوی سہاروں کی ضرورت نہیں ہے، اس پتا ہے خدا اسے تھام لے گا۔

میسج پڑھ کر وہ رونے لگی، روتے روتے زمین پہ بیٹھ گئی۔

تم بہادر ہو لڑکی تمھیں سہاروں کی ضرورت نہیں ہے! اس نے خود کو تسلی دی۔

اور فون وہیں رکھتی اٹھ thank you stranger پھر لکھا کھڑی ہوئی، وہ اب نماز ادا کر رہی تھی، وہ پر سکون تھی، اسے اصل اور دائمی سہارا مل چکا تھا۔۔132

منہ کیوں لٹکا ہوا ہے، اطہر نے منشاہ کو منہ لٹکائے دیکھ پوچھا۔
وہ جھولے پہ بیٹھی تھی، اطہر اس کے گھر آیا تھا ہاتھ میں کپ تھا یقیناوہ کافی پی رہا تھا،
پتا نہیں انسکیورٹیز! وہ اداسی سے بولی۔
کس قسم کی انسکیورٹیز! وہ دلچسپی سے اس کی طرف مڑا۔
فیل ہوتا، کبھی کسی کے نمبر زیادہ آجائیں، یونو میں low پتا نہیں بھائی، لکھتی ہوں تو میں بہت انڈر ریٹ جا رہی ہوں میرے بر عکس باقیوں کو اچھا بدلہ مل رہا مجھے کیوں نہیں! وہ غبار دل نکال رہی تھی۔
اطہر نے اسے غور سے دیکھا۔

ہمم کچھ لوگ ہم سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں، کچھ زیادہ ذہین، کچھ پیسے والے تو کچھ ہم سے اوپر لیول کے ہوتے ہیں پر جانتی ہو؟ وہ اس کے سامنے آیا بہن کی انکھوں میں جانچا۔ پھر مسکرایا اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

ایک چیز جوان کے پاس نہیں ہوتا وہ ہے تم جیسا دل، وہ تم نہیں ہو سکتے تم اگر خالص ہو بے شک تم میں کمیاں ہیں کیونکہ perfection doesn't exist i think، ایسا کچھ نہیں ہے کو پرفیکٹ ہے، لوگوں سے مقابلہ چھوڑ دو منو! مقابلے سوائے احساس کمتری کے کچھ فائیدہ نہیں دیتے، وہ اس کا گال چھو کر اسے سمجھانے لگا۔

آپ کو کیا لگتا ہے میں نے کوشش نہیں کی؟ وہ تاسف سے بولی۔

کی ہو گی مگر تم نے خود کو اکیلے میں تیار کیا ہو گا کہ اب میں کسی سے متاثر نہیں ہوں گی کوشش وہ ہے جو انسان مقابلہ کے وقت کرے، جب انسان کے دل میں ہو that i am the best, ٹھہر ٹھہر کر اطہر نے کہا۔

وہ چپ ہو گئی واقعی اس نے کبھی کوشش کی ہی نہیں تھی اس نے بس خود کو

deterrence for an action is دلاسے دیئے،

preparation for a reaction یہ کہہ کر اطہر نے کافی ختم

کی۔ پھر منشاہ کو دیکھا جو اس کی بات کو سوچ رہی تھی۔

زیادہ سوچیں انسان کو کھا جاتی ہیں، اپنے حصے کی کاروائی کرو باقی اللہ پہ چھوڑ

دو۔ وہ مسکرایا، اور خالہ کو اواز دیتا نیچے چلا گیا۔۔۔۔۔۔ 133

ہیلو لیڈیز! زینب اور ذمارہ ہارن کے آواز سے پیچھے مڑیں انکھیں پھیل

گئیں۔

منشاہ! دونوں نے ایک دم کہا۔

وہ مسکرا رہی تھی، انکھوں پہ چشمے لگائے وہ مزے سے باہر نکلی۔

ناٹ ٹو بیڈ! ذمارہ نے ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا وہ مسکرا کر اس

کے گلے لگ گی۔

ہیں ناں بابا نے گفٹ کی ہے! وہ چہک کر بولی۔

اس وقت لڑکوں کا ایک جھرمٹ ان کے پاس کھڑا تھا۔

بھائی لوگ بچ بچا کر چلنا، آج کل آنٹیوں نے گاڑیاں خریدنی شروع کر دی ہیں! وہ اسے سناتے ہوئے بولا۔

منشاہ نے ناگواری سے اسے دیکھا بالوں کی لٹیں چادر سے باہر نکل رہی تھیں ،وہ کالے کپڑے پہنے تھے پیروں میں سرخ کھسے تھے۔

اسی اثناء میں حمزہ وہیں سے گزر رہا تھا اس نے وہ بات سن لی وہ سفید ٹی شرٹ اور بلیو جینز پہنے ہمیشہ کی طرح فٹ فائن تھا۔

وہ اس لڑکے کی طرف گیا۔

ایکسیڈینٹ تو کیا بھائی تم ہوا سے بھی اڑ سکتے ہو، جیب میں کنکر لے کر پھرا کرو، رہی بات گاڑیوں کی تو مرد جان بوجھ کر عورتوں کی گاڑیوں سے ٹکرائیں گے تو بیچاریاں بریک پہ پاؤں رکھتے رکھتے دیر تو کر دیں گی ناں! وہ مسکرا کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ گیا گرفت بڑھی تو گڑ بڑا گیا۔ وہ وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔

گاڑی کو سائیڈ میں پارک کرو منشاہ، وہ حکم صادر کرتا جانے لگا۔
خود کر دو اگر گاڑی تمہیں کھل رہی ہو تو! وہ جان بوجھ کر بولی۔
کر دیتا مگر نہ تو میں تمہارا نوکر ہوں، ناں تمہارا جاننے والا، ناہی ــــــ وہ
بولتے بولتے رکا۔
منشاہ چابی اس کی طرف پھینک چکی تھی۔
گاڑی پارک کر لیجئے گا! وہ عزت سے بولی تو وہ منہ بسور کر رہ گیا۔ذمارہ اور
زینب نے رخ موڑ لیا ہنسی کنٹرول نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔134
آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں مگر جب آپ مسکراتی ہیں یہ ساتھ
نہیں دیتیں! ذمارہ منشاہ کو ڈرائنگ دکھا رہی رھی جب مسیج ٹون بجی۔
ذمارہ نے ادھر ادھر دیکھا، پھر سر جھکا لیا۔تذبذب کا شکار ہونے پہ اس کے
ہاتھ پسینے سے شرابور ہو چکے تھے۔
کیوں گھبرا جاتی ہو آج کل! منشاہ نے اس کا نوٹس لیے پوچھا۔
کچھ نہیں بس وہ حبس! وہ ہاتھ سے ہوا دیتے بولی۔

زمارہ! منشاء نے انکھیں سکڑیں، کیوں کہ ہوا چل رہی تھی حبس کا نشان تک نہ تھا۔

زمارہ افف کر کے رہ گئی۔اس نے سر تھام لیا۔

تمھیں اطہر سے تھراپی لینی چاہیے۔ساری بات سن کر منشاء نے مشورہ دیا۔

غیر محرم سے؟اس نے انکھیں گھمائیں۔

رابعہ بصری کو بھول گئیں؟منشاء نے ایک دم ٹوکا۔

میرا یہ ماننا کہ مجھے غیر محرم سے تھراپی نہیں لینی، عورت فطرتا کمزور پڑ سکتی ہے بے شک وہ کتنی وفادار ہو مگر شیطان وسوے ڈال دیتا ہے،اور میں گمراہ نہیں ہونا چاہتی،۔

کیا تمھیں خود پہ نہیں بھروسہ؟منشاء نے اسے حیرت سے دیکھا۔

مجھے نفس پہ نہیں بھروسہ!اس نے یک دم جواب دیا۔

نفس امارہ انسان کو برائی پہ ابھارتا ہے اور میں ابھی اتنی بہادر نہیں کہ نفس امارہ کے ساتھ جنگ کر سکوں اس کے لئیے مجھے ہر روز تیاری کرنی پڑتی ہے

اور جس دن مجھے کنڑول آگیا اور مجھ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی حیا آگئی تب میں تھراپی بھی لے لوں گی، وہ پر یقین لہجے سے بولی۔

منشاہ مسکرا دی۔

کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ زمارہ نے غیر محسوس انداز نیں میں اسے دیکھا۔

دیکھ رہی ہوں حیا دکھنے میں تم جیسی ہو گئی! منشاہ نے مسکرا کر کہا۔

حیا؟ اس نے اچھنبے سے پوچھا۔

ہاں تم حیا اور زینب تمھاری ڈی جے! وہ دور بیٹھی زینب کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔ وہ شانے اچکا کر بولی۔

رہنے دو کتابوں کی باتیں ہیں! وہ کہہ کر اٹھی زمارہ۔ کو ہاتھ دیا اب وہ کلاس کی جانب چل رہی تھیں۔۔۔۔۔۔۔135

جن لوگوں کو لگتا ہے نمازوں میں تھراپی نہیں ہے انھیں چاہیے کہ قرآن کھول لیں! ذمارہ اس وقت لفٹ میں تھی، زینب منشاہ کے ساتھ تھی۔

کہیں یہ منشاہ تو نہیں؟ اس نے فوراً کال ملادی۔

فون اٹھادیا گیا۔

وہ ایک دم بھی منشاہ تم ہو ناں؟ وہ جلد بازی میں بولی۔

آپ کا خیر خواہ! عربی اردو لہجہ مکس تھا، مردانہ بھاری آواز سن فوراً اس نے کال کاٹی۔ انکھیں باہر کو آ گئیں دل دھک دھک کرنے لگا۔

وہ منشاہ نہیں تھی؟ کون تھا کون اسے بھٹکنے نہیں دے رہا تھا۔ آخر کون؟..........136

!قرآن میں تھراپی

ذمارہ نے بالکنی کا رخ کیا، کرسی پہ بیٹھ اس نے پیر ریلنگ سے لگائے۔ انکھیں موند لیں۔

آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔

.اور تمھارا کل تمھارے آج سے بہتر ہو گا(تمھاری آخرت)

. تم ڈرو نہیں ڈٹے رہو، وہ سب دیکھ رہا ہے

تم کیوں غم کھاتے ہو اور کیوں خوف زدہ ہوتے ہو جب کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور وہ دیکھ رہا ہے تمھارا آسمان کی طرف دیکھنا۔

اور وہ تمھاری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

پکارنے والے کی پکار سنتا ہے جب وہ پکارے۔

کیا اس نے تم سے بوجھ کم نہ کر دیا۔

کیا اس نے تمھارے دلوں میں الفت نہ ڈال دی۔

کیا اس نے تم پہ مینہ ناں برسایا، کیا اس نے تم پہ پر سکون ہوا نہ چلائی، کیا اس نے درخت نہ بنائے جو تمھیں فائیدہ دے سکیں۔

کیا اس نے زمین کو زرخیز نہ کر دیا جہاں سے تم اب نباتات اگاتے ہو۔

کیا اس نے تمھارے لئیے دریاؤں کو آراستہ نہیں کیا جس سے تم اب کشتیوں کے زریعے سفر کرتے ہو۔

تم کیوں کمزور پڑ گئے کیا تم پہ زیادہ مشکلات اگئی ہیں کہ تم سے پہلی قومیں نہیں آزمائی گئیں۔ جو ہلائے گئے، جو مال اور بھوک کی کمی سے آزمائے گئے۔

اور تم پہ تمھاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

زمارہ نے اہستگی سے آنکھیں کھولیں۔ اواز مدھم ہوئی۔ دل پر سکون ہوا۔

روحی ذمارہ نے زیر لب کہا۔

اور جب ان پہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے اور ذمارہ کا ایمان پھر سے بڑھ چکا تھا۔۔۔۔۔۔۔ 137

تم لوگ کچھ زیادہ ہی باہر نہیں جانے لگے مجھے اکیلا کر کے کدھر چلے جاتے ہو! ذمارہ نے زینب سے شکوہ کیا۔

سوری یار بس ایسے ہی وائب آتی ہے اس کے ساتھ! زینب نے مسکرا کر گھڑی اتاری۔ اور عبایا اتارنے لگی۔

ہم نئے دوست ملیں تو پرانے چھوڑنے نہیں چاہیں، وہ جل کر بولی۔

اور تمھیں کس نے کہا کہ میں نے تمھیں چھوڑ دیا جس دن چھوڑوں گی ناں تمھیں یقین نہیں آئے گا! زینب جتا کر بولی۔

او بہن، یہ جڑے ہاتھ دیکھو، نہیں یقین کرنا بس ایسے ہی انکھوں کے سامنے رہو، وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

کیا میں تمھاری انکھوں کی ٹھنڈک ہوں؟ زینب نے انکھیں مٹکا کر پوچھا۔

تم میرے لئیے کندھا ہو،

میری انکھوں کا نور۔

میری غموں کا ساتھی،

میری رازدار

تم دوست

تم کائنات

تم سے پوری

میری یہ ذات۔

وہ لہک لہک کر کہی رہی تھی زینب انکھی بند کر کے جھوم رہی تھی اور چاند ان پہ مسکرا رہا تھا۔۔۔۔138

!عزیزم

.!میسج چمکنے لگا

!صبح بخیر

!دوسرا میسج

آپ کا دن اچھا رہے۔

تیسرا میسج

آج کا پیغام !اس نے سکرین دیکھی۔ پھر ایک دم سیدھی ہو کے بیٹھی۔

میسج نہ ابھرا !اس نے منہ بسورا۔ فون کو ٹٹولنے لگی۔

پھر مسکرانے والا ایموجی موصول ہوا۔

انتظار نہ کیا کریں، آمد اچانک بھی ہو سکتی ہے، آمد کے وقت کہیں آپ تھک چکی ہوں شاید اس لئیے انتظار نہ کریں!۔۔

زمارہ نے تاسف سے سکرین کو دیکھا۔

انتظار تو سارہ عمر رہتا ہے! اس نے خود کلامی کی۔ موبائل الماری میں رکھا جوتے پہنے اور زینب کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔۔139

وہ بازو لپیٹتے مسکراتی ہوئی زینب کے ساتھ چل رہی تھی، اطہر نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

اس شخص کا ملنا معجزہ ہے! اور معجزے اب کہاں ہوتے ہیں، اطہر نے ٹھنڈی سانس بھری۔

گلے سے ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی اس نے سر جھکا لیا حمزہ کوئی جوک سنا رہا تھا باقی دوست ہنس رہے تھے۔

طلحہ نے اطہر کو خاموش دیکھا پھر اس کی نظروں کا جانچ پڑتال کی۔

ان چیزوں کے لئیے بار بار پیچھے نہیں مڑتے جن پہ دسترس نہ ہو! طلحہ نے آرام سے کہا۔

کچھ پچھتاوے ساتھ ساتھ رہتے ہیں! کچھ ملال ساتھ چلتے، ہر کھوئی چیز خسارہ نہیں ہوتی! مگر بس پھر بھی دل میں کہیں نہ کہیں غم کی لہر دوڑنے لگتی ہے! اس نے تاسف سے کہا۔

حمزہ گیم کھیلنے میں مصروف تھے ان کی باتوں پہ کان دھرنے کا کوئی فائیدہ نہیں تھا۔

کسی اور کی امانت پہ نظر ڈالنا آپ کے ایمان کا نقصان ہے جانے دو ایک experience ,lesson or moment سمجھ کے، طلحہ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

کاش وہ لمحہ ہوتی، بلکے وہ لمحہ ہی ہے جس کے بعد سے میرا وقت ٹھہر چکا ہے، ہاں وہ ایکسپر ئینس بھی ہے، خوبصورت ترین اور وہ سبق بھی ہے،

جانتے ہو کیسا ! ایک مومن عورت سے ایک سمیل آتی ہے یونو کون سی ؟

اطہر نے پوچھا۔

untouched ۔طلحہ نے کہا،

باکل نظر کی پاکی، سب بتادیتی ہے کہ عورت یا تو غیر محرم سے فری نہیں ہے یا پھر محرم سے وفادار ہے اور میں اس کی انکھوں میں وفادای دیکھ چکا ہوں۔اطہر نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

pain heals طلحہ نے اس کے کندھے پہ بازو پھیلا کر اسے ساتھ لگایا۔۔۔۔۔۔140

عزہ میں پانی کی قلت کی وجہ سے فلسطینی گندا پانی پینے پہ مجبور، تاریخ لکھے گی مصر کے پاس پانی تھا مگر غزہ پیاسا رہا۔ٹی وی پہ نیوز اینکر چیخ چیخ کر خبریں نشر کر رہے تھے

ربانی صاحب نے صوفے سے پشت ٹکادی انکھیں نم ہوئیں۔

،ذمارہ منشاہ زینب شاپنگ کرنے گئی تھیں ان کی انکھیں نم ہوئیں سارا موڈ آف ہوا۔

وہ مال سے باہر نکلیں ! کچھ جانی پہچانی آواز سنائی دیں۔

سب فیک ہے یار ! بس پوسٹ کرنا ہے لائکس کے لئیے، جیو و پاکستان، ذمارہ کے کانوں کا یقین نہ آیا، بائیکس کے پاس وہ کھڑا تھا اس کی پشت ذمارہ کی طرف تھی۔ وہ ہنس رہا تھا۔

بے یقینی کو دیکھ کر وہ آگے بڑھنے لگی تاکہ چہرہ دیکھ یقین کر سکے۔ اور جب اس کا یقین ہوا اس کا مان ٹوٹ گیا۔

اطہر نے انکھیں اٹھائیں، ذمارہ کی انکھوں میں ناگواری دیکھ وہ سیدھا ہوا ذمارہ اسے دیکھتے ہی پلٹ گئی،۔

کہاں رہ گئی تھی ! منشاہ نے دھوپ سے بچنے کے لئیے ہاتھ اوپر کیا تھا۔

! گھر چلو

آئس کریم، ذینب نے کہا۔

گھر چلو، وہ سختی سے بولی، نا سمجھی میں زینب نے اسے دیکھا منشاہ نے انکھوں سے اشارہ کر کے اسے چپ کروا دیا۔۔۔۔۔ 141

دو دن یونیورسٹی سے آف لینے کے بعد تیسرے دن ذمارہ جب یونیورسٹی آئی تو اطہر نے اسے مخاطب کیا۔

وہ اس وقت لائبریری سے نکلی تھی۔

کہیں بیٹھ کر بات کریں؟ ذمارہ کو آگ بگولہ دیکھ وہ فٹ سے بولا۔

مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں، وہ اسے خاطر میں نہ لاتے ہوئے کھسک رہی تھی۔

آپ غلط اس سمجھی تھیں ذمارہ ایسی بات نہیں ہے! وہ صفائی دے رہا تھا سر کو خم دے کر وہ کہنے لگا۔

آپ ڈسٹربنس کر رہے ہیں رول توڑ رہے ہیں، لائیبریرین نے کہا۔

سوری اطہر نے انکھیں چھوٹی کر کے کہا۔

چلیں، اس نے ہاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کرتے ذمارہ سے اجازت مانگی۔

وہ پیر پٹختی اب اس کے اگے چل کے گراؤنڈ میں جا کر بینچ پہ بیٹھی

142۔۔۔۔۔۔

نہ کرو تم نے سچ میں اس بیچارے سے اس بات کا بدلہ لیا! زینب قہقہہ مار کر ہنسی۔

منشاہ نے ہاں میں سر ہلاتے اس کے قہقہے کا ساتھ دیا۔

یعنی حمزہ نے تمھاری گاڑی پہ سلش پھینکا تھا واقعی پھر یہ تو بنتا ہے ویسے لڑکیاں سلش پھینکتی ہے اور یہاں سین الٹ گیا، زینب پھر ہنسی۔

آگے کی سٹوڑی نہیں سنائی ہو گی میڈم نے،! حمزہ کب وہاں آیا وہ نہیں جانتی تھیں۔ منشاہ نے خود کے ماتھے پہ تھپڑ جڑا۔ 143

بولیں؟ وہ بینچ پہ بیٹھی تھی جب کہ وہ بینچ کے عقب میں ایک ٹانگ پہ کھڑا تھا، ہاتھوں سے پیچھے بنے جنگلے کو تھامے ہوا تھام۔

ہمیں بھی غزہ سے محبت ہی یہ نہیں ہے کہ ہم ان کی مدد نہیں کرنا چاہتے یا

ہم لا چار ہیں بس ہر مرتبہ حالات آپ کی دسترس میں نہیں ہوتے!

اطہر نے کہا۔۔

بس کر دیں آپ کی تقریر مجھ پہ اثر نہیں کرنے لگی، وہ جھلا کر بولی کانوں

میں انگلی پھنسا کر باہر نکالی۔

اطہر کو برا لگا، مجھے واقعی ویسا نہیں کہنا چاہیے تھا، پر سچ یہی تھا۔ وہ ندامت

سے بولا۔

ناول

نیند تو آجاتی ہو گی نا آپ کو؟ اس کے اس سوال نے میری روح کو جنجھوڑ

کرر کھ دیا تھا وہ حجاب میں تھی اس کی انکھیں خشک تھیں، وہ کس قدر سب

سے نالاں تھی کوئی بھی اسے دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا۔

ذمارہ وہ! میرے لفظ مجھ سے روٹھ گئے تھے اس کا نام لیتے ہی اس نے

نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا!

مجھے معاف کر دو! میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

ہم مظلوم ہیں، ہم ظالموں کو معاف نہیں کرتے اطہر صاحب، وہ ٹوٹی پھوٹی اردو بول رہی تھی۔

! ہم ظالم نہیں ہیں زمارہ! میں نے صفائی دینی چاہی

خدا کو دینے کے لئیے کوئی اچھی سی صفائی تیار کریں اطہر صاحب، لوگوں کو بہانوں سے ٹال سکتے ہیں مگر جانتے ہیں؟ وہ سب دیکھتا ہے جو کوئی نہیں دیکھتا۔ وہ طنزیہ ہنسی اور مڑ گئی 144

اور پھر میں نے اس کے بالوں میں ببل لگا دیا اگلے دن یہ پارلر پہنچ گئی، حمزہ ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

تمھیں شرمندہ ہونا چاہیے حمزہ آج تک میرے بال نہیں بڑھے، منشاہ منہ بسور کر بولی۔

مجھے تمھارے ساتھ چھوٹے بال ہی اچھے لگتے ہیں، روانی میں وہ تو کہہ گیا منشاہ کے کان سرخ ہوئے۔

میرا مطلب تھا تم چھوٹے بالوں میں صوبر لگتی ہو ڈیسنٹ، سمجھ آنے پہ وہ

بات گول کر گیا۔

ہمم، وہ پھیکا سا مسکرائی زینب بھی کچھ کچھ سمجھ چکی تھی 145

بے مقصد سڑکوں پہ پھرتا اطہر گھر آیا، ڈیڈ جاگنگ کر رہے تھے گراؤنڈ

میں، بالکونی کا رخ کرنے کا سوچ وہ ادھر چلا گیا، گرمی تھی ویسٹ کو چھوڑ

شرٹ اتار دی، وہ اب غصے سے ایکسر سائز کر رہا تھا اس کے اعصاب مضبوط

تھے وہ دلکش مرد تھا۔

اس کے سامنے بالکونی میں داخل ہوتی بے پرواہ ذمارہ نے سڑک دیکھی پھر

اچانک نظر پڑی تو بے شرم کہہ کر واپس چل دی وہ کلس کر رہ

گیا۔۔۔146

دو دن تک اطہر کو ذمارہ نے بکل نہیں بلایا۔

رات تین بجے کا وقت تھا، اطہر اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا۔ اچانک سے

فون رنگ ہوا۔

رانگ نمبر تھا،اس نے غصے سے کال کاٹ دی۔

کال پھر سے آنے لگی،اس نے جھنجھلا کر فون تکیے تلے پھینک دیا۔

کال بار بار آنے پہ وہ غصے سے اٹھ بیٹھا۔

کال اٹھائی۔

بھائی صاحب اگر آپ بہت سنگل ہیں تو نمبر کسی لڑکی کا ملائیں،وہ کال کاٹنے ہی لگا تھا کہ۔

اطاطہر ذم۔ذمارہ بات کر رہی !ٹوٹی پھوٹی روتی ہوئی آواز اس کے کانوں تک گئی۔وہ فورا سیدھا ہوا۔

کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں ذمارہ آپ رو رہی ہیں ؟ کیا ہوا؟ وہ ایک دم پریشانی کے عالم میں بولا۔

ہسپتال !زینب ؟وہ،وہ کیا کہہ رہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

کیا ہوا زینب کو اچھا میں آتا ہوں !وہ جلدی سے اٹھ کر چپل اڑسنے لگا۔

کچھ سوچ کر وہ ماں کے کمرے کی طرف بڑھا مگر وہیں قدم روک دیئے پھر اہستہ سے دروازہ کھولتا، منشاہ کو کال کرنے لگا۔ وہ میوٹ کر کے سوئی تھی۔

وہ سامنے بلڈنگ کی طرف جارہا تھا مگر سیکورٹی نگران نے روک لیا۔

کدھر بھئی ؟ سیکورٹی گارڈ نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

کیا مصیبت ہے ؟ اطہر نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

اس نے زمارہ کو کال کی۔

زرا نیچے آؤ ! اس نے کہہ کر کال کاٹ دی۔۔۔۔۔۔۔ 147

اطہر سیکورٹی گارڈ سے بحث کر رہا تھا کہ زمارہ آتی دکھائی دی اس کے سفید کپڑے خون آلود تھے۔

سیکورٹی گارڈ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

یکایک اس نے سیکورٹی سائرن بجا دیا۔ پھر وہ دونوں زمارہ کے کمرے کی طرف بھاگنے لگے

زمارہ بیٹھ کر رو رہی تھی۔

دھڑام۔سے کمرے کا دروازہ کھلا سامنے ہی زینب لیٹی آخری سانسیں لے رہی تھی اس کے ناک اور منہ سے خون نکل رہا تھا۔

زمارہ نے آنکھیں زور سے میچیں۔

کچھ کریں اطہر میں اسے مرنے نہیں دے سکتی! وہ اطہر کی طرف مڑی تھی۔

کچھ دیر میں ایمبولنس کا سائرن سنائی دینے لگا۔اور سب دھندھلا ہونے لگا۔۔۔

میری بات سنو! زینب کو ایمبولنس میں ڈالا گیا،اطہر اس کے ساتھ جانے لگا ،زینب نے زمارہ کی طرف اشارہ کیا۔

وہ اس کے پاس بیٹھی

۔۔۔۔۔۔

اسمع

۔۔۔زینب نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔148

اس حملے میں بہت سے نوجوان اٹھا لیئے گئے تھے ان کے ساتھ بے حرمتی کی گئی، وہ ایسی جگہوں پہ رکھے گئے جہاں انھیں ٹارچر کیا جاتا تھا، جنسی تشدد میں نہ صرف عورتیں بلکے مرد بھی شکار ہوئے۔

میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہو۔ جس وجہ سے میرے جسم کا توازن خراب ہوا اور جراثیم اس حد تک بڑھ گئے کہ میں سرطان ہو گیا۔ خونی

سرطان۔۔۔

وہ دوماہ میری زندگی کے سب سے برے ایام تھے،۔

میرا بھائی زندہ ہے! زینب نے اہستگی سے کہا۔

ذمارہ کے ساتھ اطہر کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہوئی۔

ذمارہ نے اس کا بازو پکڑا اور اسے چپ رہنے کا کہا۔

بولنے دو وقت نہیں ہے! اس نے ہٹ دھرمی سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔149

یااللہ ؟اذان کے آگے تو وقت ہے، منشاہ اچانک اٹھی تھی، موبائل آن کیا وقت دیکھا تو فجر نہیں ہوئی تھی۔

اس نے پردے سے چاند کو دیکھا جو غروب ہونے کی ٹو میں تھا۔

افف تمہارا غروب ہونا مجھے بالکل نہیں پسند جب بھی غروب ہوتا دیکھوں کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے، اس نے بڑ بڑا کر اٹھنے کی سعی کی۔

اللہ تیرے شر سے پناہ مانگتی ہوں، وہ کہہ کر وضو کرنے چلی گئی۔

وہ اب تہجد پہ کھڑی تھی، اس نے شروع کی مگر اس نے بار بار غلطی کی، وہ پھر سے شروع کرتی۔

یااللہ ہو کیا رہا ہے یہ !اس نے جھنجھلا ہر جائے نماز پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

دل کی گھبراہٹ چہرے پہ پسینہ بن کر آنے لگی۔۔۔۔۔۔150

بھائی کہ بینائی چلی گئی ہے ذمارہ !وہ دیکھ نہیں سکتے !خبر تھی یا تیر تھا جو اس کو کھپا یا گیا۔

اللہ !اس کے منہ سے بے اختیار نکلا آنسو گال تر کرنے لگے۔

اطہر کو اس پہ ترس آیا۔

وہ میں تھی جو تمھیں مسیج کر کے تنبیہ کرتی تھی تمھیں لگا وہ اطہر ہے مگر وہ میں تھی۔

ذمارہ کو خیال آیا جب اسے میسج آتے تھے زینب اس کے پاس نہیں ہوتی تھی،اس نے بے اختیار گلے سے پسینہ صاف کیا۔

مجھے معاف کر نا بس میں چاہتی تھی تم بھٹک نہ جاؤ! زینب نے ذمارہ کے ہاتھ تھامنے کی ناکام کوشش کی۔۔

بھائی نے منع کیا تھا بتانے سے، بابا تنظیم کے لئیے نہیں بلکے بھائی کے لئیے وہاں ہیں! بھائی چاہتے تھے کہ تم اپنی زندگی کسی اور انسان کے ساتھ شروع کر دو! زینب نے اطہر کی طرف دیکھا۔ذمارہ نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ رو رہی تھی، ذینب نے کانپتا ہاتھ اس کے سر کی طرف کیا۔ذمارہ نے وہ ہاتھ تھام کر چوما اور وہ آخری لمس تھا وہ آخری بار تھا جب یہ ہوا کیونکہ ہاتھ

کی کپکپی ختم ہوئی اور زینب کہ انکھیں کھل چکی تھیں، ذمارہ اپنا دوست کھو چکی تھی۔

اب اسے صرف سائرن کی آواز سنائی دے رہی تھی اور بے ہنگم دھڑکن

دھڑکنیں ساکن تھی

وہ ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا

وہ نبض تھم چکی تھی

مدھم سانسوں کی آواز دم توڑ گئی

وہ خواہشوں بھری انکھیں

کھلی رہ گئیں

کئی سچ یونی خاموش رخصت ہو گئے

کئی راز، راز رہ گئے

کئی ارمان ساتھ چلے گئے

کچھ اظہار ادھورے رہے

کچھ خواب یونہی بکھر گئے

میری انکھوں کے سامنے

میرا زوال ہو گیا

سورج مشرق نہیں شمال ہو گیا۔

رخصت ہو چکا میرے غم کا ساتھی

زندگی تیرا سفر ناقابل برداشت ہو گیا152

زمارہ نے پلک جھپکے بغیر زینب کا چہرہ دیکھا۔اطہر کا دل کیا اس لڑکی کو خود میں بھینچ حوصلہ دے وہ سارے غم اپنے سر لے لے۔ مگر وہ چپ تھا جتنے انسو زمارہ کی انکھوں سے بہہ رہے تھے اس کے مطابق اطہر دوہرے انسو دل میں اتار رہا تھا۔اس نے جیسے ہی زمارہ کے سر پہ ہاتھ رکھنا چاہا، زمارہ نے یک دم پھرتی سے ہاتھ جھٹک دیا اس نے اطہر کو دیکھا اس کی انکھیں چنگاریاں چھوڑ رہی تھیں، وہ یک دم سہما، اسے کچھ یاد آیا عورت کو دکھ میں

کندھا چاہیئے ہوتا ہے اور اگر مرد کا ہو تو عورت ٹراما سے جلد نکل آتی ہے۔ حمزہ کے لفظ اس کے کانوں میں گونجے۔

ایمبولنس رک چکی تھی، ہسپتال آچکا تھا، اطہر اترا اور سائیڈ ہوا۔ ذمارہ اترتے ہوئے لڑکھڑائی اطہر نے تھامنا چاہا مگر وہ ایمبولنس کو تھام کر اسے جتا چکی تھی کہ اسے اطہر کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ 153

ذمارہ سارا وقت عملے کے ساتھ رہی تھی، اطہر نے کفن دفن کے انتظام و انصرام کے لئیے دوستوں سے مدد مانگی تھی، کچھ دیر میں سارے وہاں جمع ہو چکے تھے، اس کی ساری کلاس ہسپتال پہنچ چکی تھی، کارز، بائیک، کوئی ٹیکسی کر کے آیا۔

طلحہ اطہر کے ساتھ لگ کر رو رہا تھا۔

دیر ہو گئی بھائی، اطہر نے اس کی پشت سہلاتے ہوئے کہا۔

وہ جانتا تھا طلحہ زینب کو پسند کرتا ہے، اور آس نے اظہار کرنے کا بھی سوچا تھا۔ وقت اتنا ظالم کیونکر ہے۔

جوان موت؟

کسی نے تبصرہ کیا۔

حمزہ طلحہ کے قریب آیا اس کو زور سے گلے لگایا۔

وہ جب الگ ہوئے تو اطہر نے کن اکھیوں سے حمزہ کو دیکھا۔

حمزہ نے تھوک نگل کر اسے دیکھا

تم نے غلط کہا تھا حمزہ، عورت مرد کی وفادار ہے، مگر محرم مرد کی وہ ہر ایک سے وفاداریاں نہیں نبھاتی۔ اطہر نے زمارہ کو دیکھا جو منشاہ کے گلے لگ زاروقطار رو رہی تھی۔

ایک دم اسے زمارہ پہ رشک ہوا۔

اس کا شوہر واقعی خوش قسمت تھا وہ اگر بینائی کھو چکا تھا تو زمارہ نور تھی اور جب نور ہو تو کیا بینائی کیا شہنشاہی۔۔۔۔۔ 154

برتاوچ کے سارے مراحل ہو چکے تھے، زمارہ کے چچا کو خبر پہنچ چکی تھی۔

منشاہ زمارہ کا سامان پیک کر چکی تھی،

ایمبیسی سے کلیئرنس کرانے میں سب نے زمارہ کی مدد کی، فلسطین کی اپنی ویزا پالیسی نہیں ہوتی اسرائیل سے انھیں اپروول چاہیئے ہوتا ہے۔

جیسے آئے تھے ویسے جا نہ سکے۔

زمارہ سب سے مل رہی تھی۔

وہ جا رہی ہے طلحہ! اطہر کا دل ڈوبا۔

وہ چلی گئی! طلحہ نے اپنی سوچوں میں کہا۔

وہ دوبارہ آسکے گی! اطہر نے ائیر لائن کی نشست تھامتے کہا۔

وہ کبھی نہیں آئے گی! طلحہ ڈھے گیا۔اس نے اطہر کے زانو کو تھاما۔

دیر ہو گئی ہے، بہت دیر میں نے اسے جانے دے دیا،اس نے شکست خوردہ نظروں سے زمارہ کو دیکھا جو اپنی پاسپورٹ دکھا رہی تھی۔

اس نے کہا تھا وہ اپنے شوہر سے وفادار ہے اور مرتے دم تک رہے گی، وہ وفادار تھی اطہر وہ ثابت کر گئی مر کر بھی وفاداری ثابت ہوتی ہے یہ بات زینب کو دیکھ کر میں فخر سے کہہ سکتا ہوں۔

وہ لوگ ہماری زندگی میں کیوں آتے ہیں اطہر جو پہلے سے کسی اور کو دل میں بسائے ہوئے ہوتے ہیں؟ طلحہ کی انکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔

اطہر کے سر پہ سورج غروب ہوتا معلوم ہوا، وہ چلی گئی وہ جس جگہ گئی تھی وفاداری ساتھ لے کر گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔155

ایک کلاس روم کا منظر ہے جہاں، سب خاموش بیٹھے تھے، چہرے بہت اداس تھے، کچھ رو رہے تھے۔ لڑکیاں گال صاف کر رہی تھیں۔

ایک پروفیسر چمشے ہاتھ میں پکڑے، انکھوں کے کنارے صاف کر رہا تھا، بالوں میں سفیدی آچکی تھی۔

اچانک کلاس میں سب تالیاں بجانے لگے۔

پروفیسر نے بازو سے آنکھیں صاف کیں۔ سب اسے داد بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کچھ رشک کی نگاہ سے۔۔۔

وہ انھیں دیکھ رہا تھا۔۔۔

سر اطہر آپ کو پرنسپل بلا رہے ہیں۔ پیون نے خبر دی تو اس نے سر اٹھایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔156

آتا ہوں! اس نے پیون سے کہا۔

پھر ہونٹ بھینچ کر روسٹم سے ڈائیری بند کی۔

کلاس کی طرف دیکھا۔

سر یہ تو آپ کی کہانی ہے دوسری طرف کی کہانی؟ ایک لڑکا اٹھ کر بولا۔

وہ تو وہیں جان سکتی ہیں، اطہر نے مسکرا کر کہا۔

سر ان کا نام کیا تھا؟ ایک لڑکی نے پوچھا۔

مسافر! مسافروں کے نام ایک خوبصورت لمحہ ہوتے ہیں۔ اور کوئی آپ کو مل گیا تو ٹھیک ہے اسے اپنا نام دیں ورنہ اس کا نام خراب نہ کریں، شکریہ ۔وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

شی از لکی! کسی نے تبصرہ کیا۔

نہیں اس کے ساتھ جڑے لوگ لکی ہیں، ایک لڑکا مسکرا کر بولا

157۔۔۔۔۔

اثمار جلدی کریں ناں! نورالھدیٰ! بیٹے باہر آ بھی جائیں، ایک بھاری کم وجود چھوٹی سی بچی اٹھائے، گھر کے سامنے کھڑی اندر کی طرف آواز دے رہی تھی۔

امی جان! میں آپ کے صدقے بابا کو لاتے دیر ہو گئ، ایک سات سالہ بچہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لا رہا تھا، جس کے بال سیاہ و سنہرے تھے، انکھوں پہ ایک عدد چشمہ تھا ایک ہاتھ میں چھڑی تھی جس کی مدد سے وہ چل رہا تھا۔

زمارہ! وہ زمارہ کو دیکھ مسکرایا۔

وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگی اس نے اثمار کی چھڑی کو لیا اور گھر کے اندر پھینک دی۔

یہ کیا! اثمار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

نورالہدیٰ باپ کا بایاں ہاتھ پکڑے تھا جب کہ ذمارہ اس کا دایاں ہاتھ۔ وہ ایک مکمل خاندان تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔158

چونکہ اسرائیل اور پاکستان کی کشیدگیاں زیادہ تھیں آپس میں، ذمارہ کو بہت مسلئہ ہوا۔ جنازہ لے جانا ایسے تھا جیسے خود قبر میں لیٹ کر مٹی ڈالنا ہو۔ فل سکیورٹی الرٹ تھا۔ پاکستاں سے اتنا ڈرتا ہے اسرائیل؟ ذمارہ نے سوچا۔ کیوں وجہ؟

پاکستان نے وجود میں آتے ہی اسرائیل کی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا، آزادی کے وقت چودہ لاکھ یہودی فلسطین میں تھے اور پھر جوان کے ناقابل بیاں ظلم تھے۔159

جنازہ اٹھایا جارہا تھا، ذمارہ چچا کی طرف گئی جو ایک کونے میں بیٹھے رو رہے تھے۔

اثمار سے جنازے میں شرکت کا حق نہ چھیننے چچا انھیں لائیں! وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

ذمارہ بچے اٹھو! وہ فوراً پیر دور کر گے۔

وہ بھائی ہے ذینب کا چچا، خدا کا واسطہ! وہ ہاتھ جوڑے تھی۔

چچا نے اہستہ سے ایک طرف اشارہ کیا، ذمارہ نے سمت کے مطابق اپنی نظر گھمائی۔

وہ ایک کونے میں تھا آنکھیں خشک تھیں، چہرے پہ زخموں کے نشانات تھے، کھروچیں، تھیں وہ کہیں سے بھی پہلے کی طرح خوبصورت نہیں تھا۔

وہ دہکتے دل کے ساتھ قدم بڑھا رہی تھی۔

وہ اس طرف گئی جہاں وہ اکیلا بیٹھا تھا اس کے گرد ایک شال سی تھی،۔۔

ذمارہ کی سانسیں اشتعال برپا کر رہی تھیں۔ وہ اس طرف بڑھتی رہی پھر اس کے عین سامنے بیٹھی۔ سر میں ہل چل ہوئی اثمار نے اس کی خوشبو کو محسوس کیا۔

روحی، اثمار نے زیر لب کہا۔۔۔۔۔۔160

زمارہ نے یک دم اس کے ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگائے۔وہ بے تحاشہ رو رہی تھی۔

جنازہ اٹھایا جانے لگا ہے زمارہ کسی لڑکی نے آکر کہا۔

وہ اٹھی، چچا کی طرف اشارہ کیا۔

اثمار کو تھام۔کر وہ جنازے کے ساتھ شرکت کر رہے تھے۔کوئی واہ ویلہ نہیں تھا،

کوئی پوچھے صبر کی آنکھیں کیا ہیں؟

تو بتا دینا فلسطین کے لوگوں کی انکھیں جنھوں نے ہر غم دیکھا جو کبھی خشک نہ ہوئی مگر وہ انتظار میں ہیں۔

کوئی پوچھے زبان کا صبر کیا ہے؟

تو بتانا فلسطین کے لوگوں کی زبان جو خدا سے شکوہ نہیں کرتی۔

کوئی پوچھے ہاتھوں کا صبر کیا ہے؟

تو کہنا وہی جو فلسطین کی عوام کرتی ہے ہاتھوں سے لاشیں اٹھاتی ہیں، بنا خدا کو کوستے ہوئے یہی صبر تھا یہی صبر ہے۔۔۔۔۔ 161

! ملعون ٹھہرے سیاہ دل لوگ

انسانی حقوق ! جانوروں کے حقوق۔ کی باتیں کرنے والے، نسل کشی کرنے والے قلب سیاہ کے مالک، وہ ملعون ہیں، ان کے دلوں پہ زنگ ہے ! مہریں جب الگ جائیں تو غلاف اترا نہیں کرتے .

مسجد اقصیٰ سارے مسلمانوں کی ہے، مسلئہ یہ ہے کہ پاکستان کا نوجوان مرد عورت شادیوں میں ڈانس پریکٹس نی میں مصروف ہیں، ترکی والے نئے ڈرامے بنانے میں، انڈیا کے مسلمان بالی وڈ میں آڈیشن دینے میں، ایران کی خواتین حجاب کے خلاف احتجاج کرنے میں، افغانستان خواتین کی تعلیم پہ پابندی لگوانے میں، سعودیہ انڈیا کے پنڈتوں کے استقبال کرنے میں، دبئی ٹورنامنٹ کرنے میں مصروف ہے اور دوسری طرف بقاء کی جنگ لڑتے فلسطینی،

اثمار! اداسی سے جائے نماز پہ بیٹھے اثمار کو زمارہ نے آواز دی۔

وہ چپ تھا، سر کو جنبش ہوئی۔زمارہ اس کی طرف آئی،اس کے برابر بیٹھ گئی۔

تمھیں واپس نہیں آنا چاہیے تھا زمارہ! اس نے آہ بھر کہ کہا۔

اب مجھے بھی لگتا ہے! وہ اس کے ہاتھوں پہ انگلی پھیر رہی تھی۔

وہ چپ ہوا، ہاتھ سیدھے ہوئے۔

تم واپس چلی جاؤ، !اس نے ہلکی پھلکی آواز میں کہا۔

کب جاؤں؟ وہ آگے سے بن کر پوچھنے لگی۔

جب دل کرے! وہ دھیمے لہجے میں بولا اسے پسینہ آرہا تھا۔

میرا دل تو ابھی جانے کا کر رہا ہے، وہ اس کی حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔

وہ لمحہ کو چپ ہوا۔

پر زندگی کے فیصلے دل سے نہیں کرتی میں خساروں میں رہتی ہوں اس لئیے

میں سوچ رہی ہوں ٹھہر جاتی ہوں بقاء کی جنگ تو یہاں رہ کے بھی لڑی جا

سکتی ہے !اس کا جھکا سر زمارہ کو کچھ اچھا نہیں لگا اس لئیے فورا بولی،۔

وہ ہلکا سا مسکرایا، زمارہ کا دل کیا اسے یوں ہی مسکراتا دیکھتی رہے، وہ اب

اسے خود سے لگا کر سر پہ بھوسہ دے رہا تھا۔

تم رحمت ہو زمارہ میری آنکھوں کا نور ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔م 163

ویسے زمارہ تمھیں پاکستان میں کوئی اچھا لگا تھا؟اثمار کو اس نے بیڈ تک سہارا

دیا اور خود اس کے پیروں والی طرف بیٹھ گئی، ہاتھ میں دوائی تھی، جو وہ اس

کے زخموں پہ لگانے کے لئیے لائی تھی۔

ہمم، اب کیا سننا چاہتے ہیں سرتاج !وہ مسکرائی۔

مجھے تم پہ بھروسہ ہے !وہ بند آنکھوں سے اسے دیکھ سکتا تھا۔ وہ اس کی

روح کا ساتھی تھی۔

شروع میں لگتا تھا جب محرم بولتا ہے کہ مجھے تم پہ بھروسہ ہے تو وہ آپ کو آزادی دے رہا ہوتا ہے مگر اصل میں وہ آپ کو اس بھروسے کا پابند کر رہا ہوتا ہے وہ جتاتا ہے تاکہ ہم اس کے بنائے قلعوں سے باہر نہ نکلیں، ہم اپنی باؤنڈری کی خفاظت کریں، اور میں نے پاکستان میں وقت اس بھروسے کی پابندی میں گزارا:::::::::::::::::164

مجھے اگر کسی نے کہا کہ تمھاری آنکھیں پیاری ہیں تو میں نے انکھیں نقاب کی نذر کر دیں (اس یاد آیا اطہر نے پہلی بار اس کی انکھوں پہ تبصرہ کیا تھا وہ اگلے دن یونیورسٹی میں فل نقاب میں گئی تھی).

کسی نے کہا کہ تمھارے ہاتھ ملائم اور خوبصورت ہیں تو میں نے اسے اپنا جلا ہوا چہرہ دکھا دیا (اطہر کا احترام اور اس کی انکھوں میں عزت اسے یاد آئی) وہ جانتی تھی، وہ اس کی خاموشی سن سکتی تھی مگر وہ اسے جتا چکی تھی کہ وہ شوہر سے وفادار ہے۔۔۔

جہاں مجھے لگا کسی کا ایمان میری وجہ سے کمزور پڑ رہا ہے میں نے ہر وہ چیز، ہر وہ راہ چھوڑ دی (اسے یاد آیا جب وہ بال سکھا رہی تھی تو اچانک اطہر پہ اس کی نظر پڑی وہ اسے دیکھ رہا تھا، وہ ایک دم اندر کی طرف ہوئی اس نے پھر بالکنی کا رخ نہیں کیا۔

میں نے کبھی کسی کی دی ہوئی چیز نہیں لی کہ کہیں میں نرم نہ پڑ جاؤں! (یہ عبایا اطہر نے بھجوایا تھا، منشاہ نے کہا۔ واپس کر دو! وہ ایک دم بولی۔

اثمار نے سب سنا پھر ہاتھ کو حرکت دے کر اسے کھینچ سرہانے کیا۔

شکریہ اس وفاداری کا، آہستہ سے سر جھکا کر اس کی ٹھوڑی پہ لب رکھ دیئے

۔وہ حیا سے سمٹ گئی۔۔۔۔۔۔۔165

اسلام و علیکم! منشاہ ویڈیو کال پہ تھی۔

وعلیکم السلام کیسی ہو منشاہ! عربی لہجہ اردو زبان،

تم بھول چکی ہو کہ میں بھی تمہاری دوست ہوں! اس نے شکوہ کناں لہجے میں پوچھا۔

زندگی مصروف ہو گئی ہے منشاہ! اس نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے کہا وہ ساتھ کچھ کام کر رہی تھی۔

کیا کر رہی ہو! زمارہ کی کھٹ پٹ دیکھ منشاہ نے پوچھا۔

میٹھا بنا رہی ہوں! وہ مصروف تھی کیمرہ کا رخ اپنی طرف کیا۔

کیوں؟ منشاہ نے حیرت سے پوچھا۔

زمارہ نے اہستگی سے ہاتھ سر کا کر اپنے رحم پہ رکھا۔

کیا سچ میں! وہ ایک دم اچھلی، بہت بہت مبارک، ماشاءاللہ خوش رہو، وہ بہت خوش تھی زمارہ مسکرا دی۔۔۔

وہ میں اور حمزہ بھی شادی کرنے جا رہے ہیں اگلے ماہ! اس نے مسکرا کہ کہا۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ! زمارہ مسکرائی۔

بھائی نے تم ڈاکومنٹری فلم تیار کی ہے "بقاء کی جنگ" پہ، منشاہ نے کہا، فریج سے انڈے نکالتی زمارہ کے ہاتھ تھمے۔۔۔۔۔۔ 166

تم آؤ گی؟ منشاہ نے پوچھا۔

اسرائیل نے پابندی لگادی ہے، ہم پاکستان نہیں جا سکتے کبھی ! ذمارہ نے تاسف سے کہا۔

اللہ غارت کرے اسرائیل کو؟ منشاہ نے برا منہ بنایا۔

ایسا نہیں کہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بدعا نہیں دی، وہ اسے ٹوک رہی تھی۔

اطہر بھائی تم سے پیار کرتے ہیں، منشاہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

میرا شوہر مجھے اپنی روح کا حصہ مانتا ہے وہ کہتا ہے کہ بینائی جانے کے باوجود بھی وہ نابینا نہ ہوا کیونکہ ،ذمارہ نور تھی ،روشنی، کیا مان تھا ذمارہ کے لہجے میں

--

مجھے میرے بھائی کے لئیے برا لگتا یے ذمارہ، وہ۔ نم۔ لہجے میں بولی۔

منشاہ میں صرف اپنی نمائندگی نہیں کر رہی میں اپنے شوہر کی امانت ہوں ! آئیندہ تمھیں بات کرنی ہوئی تو اطہر کے بارے میں مت کرنا وہ میرے

لئیے اچھا سبق،اور آزمائش تھا شکر ہے کہ میں اس آزمائش میں ثابت قدم رہی۔۔۔

منشاہ نے سر کو جنبش دی۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد کال کٹ چکی تھی۔۔۔۔۔۔ 167

وہ ان دنوں میرے ساتھ تھا

جب مجھے لگا مجھے کنارہ نہیں مل رہا۔۔

کال بند ہوئی،ذمارہ نے کمرے کی طرف نظر دوڑائی،وہ تسبیح پڑھ رہا تھا انکھیں ہنوز بند تھیں۔

وہ مسکرا کر پین کیک تیار کر رہی تھی۔

چچا تنظیم میں ایکٹو ہو چکے تھے،بقاء کی جنگ اب بھی جاری تھی ہر طرف شور تھا۔ذمارہ نے کام جاری رکھا کچھ دیر بعد وہ ٹرے میں قہوہ لئیے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی

اہٹ پا کر اثمار نے پیر سمیٹے وہ اس کے سامنے بیٹھی۔

اب سے کام تھوڑا کم کیا کرو! وہ اسے تلقین کر رہا تھا۔

آپ ٹھیک ہو جائی پھر آپ مدد کریں گے ناں! وہ پیر اوپر کر کے بولی

وہ چپ ہوا۔ ذمارہ نے کیک اس کے منہ میں ڈالا۔

دعا کرتے ہیں آپ اپنے لئیے؟ وہ اب کیک اپنے اگے کر رہی تھی۔

ایک ڈونر ملا ہے اثمار، ذمارہ نے اس نی آگاہی میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ خاموش رہا، البتہ سر کو خم دیا۔

بقاء کی جنگ کے لئیے پہلی چیز مکمل تیاری ہوتی ہے اپنا تحفظ ہوتا ہے میں اور آنے والی نسل آپ کی ذمہ داری ہے، امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے! وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

میں تیار ہوں زمارہ! لمحے بھر کا توقف کر کے وہ ہامی بھر چکا تھا۔

ذمارہ مسکرا دی۔ بیل۔ بجی تو ذمارہ نے اس دیکھ کر کہا۔

چچا آئے ہیں! پھر وہ اٹھی اور سیڑھیاں اترنے لگی۔

اثمار سوچ میں گم ہو گیا مگر وہ سچ کہہ رہی تھی۔اسے مکمل طور پہ ٹھیک ہونا تھا دشمنوں سے حساب لینا تھا۔۔۔۔۔۔168

!آٹھ سال بعد

عید کی نماز ادا کرنے کے بعد! وہ مسجد سے نکل رہا تھا انکھوں پہ چشمہ تھا، اس کے ہاتھ میں ننھا سا ہاتھ تھا۔وہ اس کا بیٹا تھا نور الہدیٰ، باپ کا پرتو۔زمارہ کو اللہ نے دو بچوں سے نوازا، بیٹی کا نام۔کنزالایمان تھا،اثمار کی انکھوں کا رنگ اب سیاہ تھا دیکھنے میں مسلئہ نہ ہو اس کے لئے وہ چشمہ استعمال کر رہا تھا۔

گھر پہنچ کر زمارہ نے انھیں تیار کیا، خود عبایا پہنا،

اپ تیار ہیں، شیشے میں کھڑے اثمار کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔

ہمم! وہ سرد آہ بھر کو بولا۔

کیا ہوا؟ زمارہ اس کے سامنے آئی، وہ چشمہ ٹٹولنے لگا زمارہ نے اس کے ہاتھ سے چشمہ لیا۔

شہداہ زندہ ہیں اثمار،۔اپ جانتے ہیں، وہ اس کے کالر ٹھیک کر رہی تھی۔

جانتا ہوں تمھیں دیکھ کر صبر آ جاتا ہے، وہ اس کو کن اکھیوں سے دیکھ کر بولا۔

وہ دو قدم آگے آئی اس کے سینے پہ سر رکھ دیا۔

میں نے اس وقت آپ کو بہت یاد کیا جب جب میں ٹوٹ جاتی تھی،اور میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آپ مجھے ملے، وہ غرور سے بولی۔

وہ مسکرا دیا۔

روحی، وہ اس کے کان میں بولا۔

وہ اس کی شرٹ کو مضبوطی سے پکڑ گئی۔-------------169

قبرستان (نابلس)، عید کے دن ہوں اور قبرستان پہ رش نہ ہو، ہو ہی نہیں سکتا۔

وہ قبرستان پہ پھول رکھ رہی تھی۔

بی بی زینب،اس کے شوہر کی ساتھ قبریں تھیں۔

یہاں تک کا سفر چاہیے آپ کے ساتھ، وہ اٹھی اور اثمار کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔

اللہ کا حکم ہو! تو کیا نا ممکن ہے، وہ مسکرایا، اس کے پاس بیٹی اٹھائی ہوئی تھی،۔

انشاءاللہ، وہ اس کی طرف چہرہ اٹھا کر بولی۔

وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

اللہ ان سے راضی ہوں! دعا کے بعد وہ قبرستان سے نکل چکے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔170

کمرے کا منظر ہے جہاں گھپ اندھیرہ ہے سوائے میز پہ رکھے ایک لیمپ کی مدھم سی روشنی کے بغیر کوئی روشنی نہیں تھی۔

ڈائیری پہ قلم تیزی سے چل رہا تھا۔

خاندان! مکمل ہو چکا ہے وقت کے اس چکر میں، شاید میں نے کسی کے ساتھ نہ انصافی بھی کی ہو، میری وجہ سے شاید کسی کے دل میں طمع بھی ہو

مگر میں نے ہر وہ قلبی راستہ دوسروں کے لئیے بند رکھا جہاں صرف میرے

شوہر کا حق تھا،

کبھی دل میں شیطان بھی آیا تھا تو خدا سے معافی مانگتی ہوں ہر روز، ہمارے

احساسات پہ ہمارا کنڑول نہیں ہے مگر میں عورت ہوں مجھے نسل چلانی تھی

،اور میری پاس کچھ نہیں تھا سوائے خلوص اور وفاداری کے، جس کے

ساتھ غلط ہوا اس کے لئیے دعا گو ہوں کہ وہ اچھی زندگی گزار رہا ہو۔

ڈائیری بند ہو چکی تھی،

ذمارہ دروازے کی اوٹ سے مدھم سی آواز آئی جو اثمار کی تھی وہ مسکرا کر

اس کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔171

سڑک کنارے درختوں کے جھنڈ میں ایک بینچ رکھا ہے جس پہ ایک

بتسیں تینتس سالہ مرد بیٹھا ہے، زرد پتے بکھرے پڑے ہیں۔ وہ کچھ لکھ

رہا ہے آنکھوں پہ چشمہ ہے،اس نے لکھنا شروع کی ہوا سے پتے پھیلتے گئے

وہ لمحہ بھر کو نوٹس کرتا کائنات کی کر چیز کو کاغذ میں لفظوں کی صورت میں

اتار رہا تھا۔

وہ ایک بہترین مسافر تھی، کامل شخصیت، وہ آج بھی میرے دل میں قائم

ہے مگر میں گناہگار نہیں ہونا چاہتا اس لئیے بہت جلد الینہ سے شادی کرنے

جا رہا ہوں، وہ بھی جانتی ہے، بس کیا ہو گا لڑائی جب ہو گی تو وہ مجھے سبز

آنکھوں کے طعنے دے گی۔اب ظاہر ہے اتنا آسان تو نہیں ہے برداشت

کرنا پر وہ ایڈجسٹ کر لے گی۔

ایک بات سمجھ آئی کہ کچھ چیزوں کا نا ملنا خسارہ نہیں ہے اس کے بدلے اور

چیزیں مل جاتی ہیں نعم البدل کے طور پہ۔

زندگی مکمل نہیں ہے، مگر میں مطمئن ہوں، کچھ جنگیں وقت لڑتا ہے ہم

نہیں ہم صرف پیادے ہوتے ہیں لڑائی وقت لڑ۔رہا ہوتا ہے۔

اور عورت صرف اپنے محرم کی وفادار ہے اور وہ اپنے رشتے کی بقاء کے لئیے

کسی بھی حد تک جاسکتی ہے۔. مما اب خوش ہیں بابا نے آخر انھیں دل سے

تسلیم کرلیا ہے اب دونوں خبریں ساتھ سنتے ہیں گوسپ کرتے ہیں، زندگی اپنی راہ پہ آرہی ہے سب ٹھیک ہو رہا ہے ایک دن میں بھی ہوں جاؤں گا۔ انشاءاللہ۔

ڈائیری بند ہوئی، قلم تھم گیا، کہانی کئی اور راستوں میں الگ الگ سفر کرنے لگی کردار اپنے راہوں میں سفر کرتے آگئے بڑھنے لگے۔

اور بقاء کی جنگ کی تیاریاں پھر سے ہونے لگیں۔

کچھ جنگیں تلواروں کی ہوتی ہیں کچھ نفس کی اور جو نفس کی جنگ جیت گیا وہ فاتح ٹھہرا۔ اور اس جنگ کی فاتحہ تھی زمارہ۔۔۔۔۔۔

ختم شد